لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ

بڑے پیر کی بڑی سوانحعمری

یعنی

جناب غوث الاعظم پیران پیر دستگیر سیّد عبدالقادر جیلانیؒ

کی

مفصّل و مدلّل سوانح حیات

جس میں آپ کی متبرک زندگی کے متبرک مفصل حالات درج ہونیکے علاوہ آپ کی مشہور و معروف تصانیف لطیف غنیۃ الطالبین و فتوح الغیب کے ملخصات بھی شامل ہیں

مؤلفہ

محمد نواز ولد علی نواز مسانوی

بزگرانی

ملک دین محمد اینڈ سنز ناشرانِ قرآن مجید و تاجرانِ کتب

فہرست مضامین

عنوان	نمبر صفحہ
معروضات مؤلف	۳
پیدائش متبرک سے قبل سیاسیات و دنیا کی مختصر تاریخ	۵
نسب نامہ پدری و مادری	۱۹
زمانہ شیر خواری	۲۰
عہد طفولیت و شوق علم	۲۱
آغاز شباب میں سفر بغداد برائے حصول علم	۲۴
زمانہ تعلیم اور آپ کے اساتذہ	۲۸
سلسلہ درس و تدریس اور آپ کے تلامذہ	۳۲
آپ کا اجتہاد و استدلال	۳۳
وعظ و نصائح	۳۶
خطبہ غوثیہ	۳۷
پیدائش انسان کے متعلق	۴۳
اسم اعظم کے متعلق	۴۶
کلام صدق کے متعلق	۵۳
علم کے متعلق	۵۵
زہد و ورع کے متعلق	۵۶
عمل صالح	۵۹

عنوان	نمبر صفحہ
اقوال زریں	۷۵
بیان معارف	۶۴
تعزز و تکبر	۷۶
توبہ و قبولیت توبہ	۷۶
تقویٰ یا پرہیزگاری	۷۷
صبر، صدق، وفا	۷۸
فنا، بقا، رضا، خوف و رجا	۷۹
حیا، اخلاص	۸۰
محبت	۸۱
حسن خلق	۸۲
وجد و نصائح زریں	۸۳
اہل مجاہدہ و محاسبہ کو ۱۰ نصیحتیں	۸۴
لقب محی الدین کی وجہ تسمیہ	۸۷
عبادت و ریاضت	۸۸
خصائل و فضائل	۹۳
ظہور کرامات	۱۰۰
وفات حسرت آیات	۱۰۸
ازواج و اولاد	۱۱۰
آپ کے خلفائے کرام	۱۱۹
قصیدہ غوثیہ	۱۲۴

فہرست مضامین

عنوان	نمبر صفحہ	عنوان	نمبر صفحہ
معروضات مؤلف	۳	اقوال زریں	۷۵
پیدائش تبرک سے قبل بیاسیاسی دنیا کی مختصر تاریخ	۵	بیان معارف	۶۲
نسب نامہ پدری و مادری	۱۹	تعزز و تکبر	۷۶
زمانہ شیر خواری	۲۰	توبہ و قبولیت توبہ	۷۶
عہد طفولیت و شوق علم	۲۱	تقویٰ یا پرہیزگاری	۷۷
آغاز شباب میں سفر بغداد برائے حصول علم	۲۴	صبر، صدق، وفا	۷۸
زمانہ تعلیم اور آپ کے اساتذہ	۲۸	فنا، بقا، رضا، خوف و رجا	۷۹
سلسلہ درس و تدریس اور آپ کے تلامذہ	۳۲	حیا، اخلاص	۸۰
آپ کا اجتہاد و استدلال	۳۳	محبت	۸۱
وعظ و نصائح	۳۶	حسن خلق	۸۲
خطبہ غوثیہ	۳۷	وجد و نصائح زریں	۸۳
پیدائش انسان کے متعلق	۴۳	اہل مجاہدہ و محاسبہ کو ۱۰ نصیحتیں	۸۴
اسم اعظم کے متعلق	۴۶	لقب محی الدین کی وجہ تسمیہ	۸۶
		عبادت و ریاضت	۸۸
کلام صدق کے متعلق	۵۰	خصائل و فضائل	۹۳
علم کے متعلق	۵۵	ظہور کرامات	۱۰۰
زہد و ورع کے متعلق	۵۶	وفات حسرت آیات	۱۰۸
		ازواج و اولاد	۱۱۰
عمل صالح	۵۹	آپ کے خلفائے کرام	۱۱۹
		قصیدہ غوثیہ	۱۲۳

معروضاتِ مؤلّف

دنیا کے تمام مذاہب و اقوام کے ابتدائی عہد ظلمات کے مقابل زمانہ ماضی کے مسلمانوں کا دورِ حیات جس قدر روشن اور شاندار ہے بعینہٖ مسلمانوں کے فنِ تاریخ سے بھی دنیا کی کوئی قوم لگّا نہیں کھا سکتی۔ بلکہ زمانہ حاضر کے جن اصول تاریخ نویسی پر آج یورپ کو ناز ہے وہ بھی مسلمانوں کی ذہانت کا ہی ثمرہ ہے۔

مسلمان مؤرخوں نے فنِ تاریخ کے پاکیزہ اصولات درایت و روایت میں جس قدر احتیاط برتی اور ان اصولات پر عمل کرتے ہوئے جن مسلم مؤرخوں نے تاریخ کو مدوّن کیا انکے حالات اور واقعات تاریخوں میں قلمبند ہیں چنانچہ ابوریحان محمد بن احمد البیرونی ایک مشہور و مستند مؤرخ ہے اُس نے محمود غزنوی اور اُن کے فرزند مسعود غزنوی کے عہد حکومت میں ہند و سندھ کے مختلف مقامات پر جس عقیدت سے برہمنوں کی خدمت کی جس محنت سے سنسکرت زبان سیکھی اور اس سنسکرت زبان سیکھنے اور ہندوؤں کی مذہبی کتابیں پڑھنے میں اُسے جسقدر روح فرسا اور صبر آزما مصائب سہنے پڑے وہ کسی دوسرے شائق علم و تاریخ کے لئے یقیناً ناقابل برداشت تھے۔ تاہم البیرونی نے غیر مذہب اقوام بالخصوص ہندوؤں کی معاشرت اور اُنکے مذہب و تمدّن اُن کے عقائد و اخلاق غرضیکہ جس پہلو پر جو کچھ لکھا جس خوش اسلوبی۔ عمدگی سے لکھا وہ باوجود اختلاف مذہب و عقائد غیر متعصّبانہ مخلصانہ۔ بلکہ ہمدردانہ لکھا ۔

یعنی جہاں اس نے بھگوت گیتا کی تعریف و توصیف اور ہند و فلسفہ کی مدح و ستائش کے دریا بہائے ہیں وہاں ہندوؤں کے اُنھا عیوب کیساتھ ہی اگر وہی

عیوب عربوں میں بھی اُسنے پائے تو ہندؤں کیساتھ ہی عربوں کی بھی ملامت و مذمت کرنے سے پہلو تہی نہیں کی ——— حالانکہ البیرونی نے جس زمانہ کی تاریخ مدوّن کی ہے اُس زمانہ کے بعض یورپین و ہندو مؤرخوں نے مسلمانوں کو ہندؤں کا قاتل اور ہندؤں کو مسلمانوں کا جانی دشمن ثابت کرنیکی کوشش کی ہے

مذہبی رواداری تعصب بیجا طرفداری ایک ادیب مؤرخ کے شایانِ شان نہیں اسی نکتۂ خیال سے اس ناچیز مصنف نے اپنی اس زیر نظر تصنیف کے علاوہ اپنی بیسیوں اور بھی تاریخی تصنیفات و تالیفات کو مذہبی رواداری تعصب بیجا طرفداری نیز جھوٹے واقعات خلاف عقل قیاسات وغیرہ سے پاک رکھنے کی کوشش کی ہے ؛

کتاب زیر نظر چونکہ اسلامی نکتۂ خیال سے ایک مذہبی مقتدر بزرگ محترم کی سوانح حیات ہے جسے اگرچہ سیاسی خیالات مذہبی معتقدات و مناظرات سے پاک ہونا چاہیئے لیکن ایک مصنف کیلئے یہ نہایت مشکل ہے کہ وہ کسی صاحب سیرت کی سوانح حیات میں اُسکے زمانۂ حیات کی تہذیب اور اس کے وطن اور اہل وطن بلکہ اس زمانہ کی دیگر اقوام کے مذہبی حالات و سیاسیات نظر انداز کر دے یہی وجہ ہے کہ اس ناچیز مصنف کو جناب غوث الاعظم پیران پیر دستگیر شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی متبرک سوانح حیات و ارشادات عالیہ ترتیب دینے سے پہلے اُنکی جائے پیدائش کے عہد کی سیاسی و اخلاقی حالت وغیرہ قلمبند کرنے سے بھی عہدہ برآ ہونا پڑا ہے بہرحال عرض کرنا ہے کہ یہ تمام حالات و واقعات نہ تو کسی قوم کی دلشکنی کیلئے عمداً قلمبند کرنے پڑے ہیں اور نہ کتاب کی ضخامت بڑھانیکے لئے بھرتی کئے گئے ہیں لہذا قارئین کتاب سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ وہ ان تاریخی حالات کو نظر انداز نہ کریں بلکہ اس سیرت اعظم کا ضروری مقدمہ سمجھتے ہوئے ضرور مطالعہ فرمائیں ؛

محمد نواز ولد علی نواز مساتوی

یکم اکتوبر ۱۹۴۱ء
لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بڑے پیر کی بڑی سوانحعمری

پیدائش متبرک سے قبل سیاہ دنیا کی مختصر تاریخ

ہمیشہ یہی ہُوا ہے کہ جب فطرت کا حُسن حقیقی عالم عصیاں کے ہولناک بادلوں میں چھپ جائے انسانوں کی جہالت و نفسانیت سے جوہرِ انسانیت معدوم ہو جائے دنیا میں بسنے والے خود غرض نفس پرست انسانوں کے منبع خود پرستی و خود غرضی سے اختلافات۔ نزاعات اختراقات منافقتات کے دریا اُمنڈ آئیں۔ تو ایسے طوفانِ بے تمیزی کو روکنے اور مخلوق کی بدترین حالت کو بہترین بنانے کے لئے خالقِ حقیقی کی طرف سے خدا کا کوئی نہ کوئی پیغمبر مبعوث ہوتا ہے ٭

لیکن فخر موجودات سرورِ کائنات خاتم النّبیین رحمۃ للعلمین سرتاج الانبیاء محبوب خدا۔ احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد چونکہ کسی نبی کا مبعوث ہونا قدرت الٰہی کی طرف سے بند ہو چکا ہے۔ اس لئے ایسے عہد ظلمات میں کسی مجدّد وقت۔ غوث الاقطاب۔ عارف کامل۔ رہبر اکمل کا ظہور پذیر ہونا ضروری ہے جو خدا کی اشرف مخلوق میں فرائضِ الٰہی و حقوق انسانی کی تلقین و اشاعت کرتے ہوئے دنیا میں بسنے والوں کو ظلم و عصیاں کے اس طوفان میں نیست و نابود ہونے سے بچا لے ٭

لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جناب غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی متبرک پیدائش کے وقت یعنی آج سے تقریباً پونے نوسو (۸۷۵) برس پہلے سنہ ۴۷۱ھ مطابق سنہ ۱۰۷۵ء میں بالخصوص آپ کے وطن ومضافات وطن ایران عرب ہند و سندھ کی سیاسی و اخلاقی اتیاد کن حالت اور اس کے تاریخی حالات بھی عرض کر دیئے جائیں۔

چنانچہ اس زمانہ یعنی سنہ ۴۶۳ھ میں بلاد روم عیسائیوں کے زیر حکومت تھا۔ روم کے تخت حکومت پر شاہ ارمانوس مامور تھا اور ایران کے تخت سلطنت پر الپ ارسلان متمکن تھا۔

ہند و سندھ پر اگرچہ اننگ پال قابض تھا لیکن سنہ ۴۶۵ ہجری میں سلطان ابراہیم غزنوی نے اننگ پال اور دیگر راجاؤں کی طاقت کو اس قدر کمزور کر دیا تھا کہ وہ میدان جنگ میں آنے سے ڈرتے تھے۔ آج جن راجپوتوں کی بہادری کے افسانے سُنے جاتے ہیں وہ بھی بہادرانِ اسلام کے شرمندۂ احسان ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ راجپوتوں کو دراصل بہادرانِ اسلام کے حملوں نے ہی بہادر بنایا۔ کیونکہ جن راجپوتوں نے مسلمانوں سے پے در پے شکست کھانے کی ندامت وخفت اُٹھائی ان کو اپنی اپنی شکستوں کی ندامت نے ہی کمزور سے طاقتور بنایا۔ اور جو راجپوت راجے اپنی شکستوں سے نادم نہ ہوئے بلکہ شاہانِ اسلام کے باجگذار بنے وہ کمزور سے کمزور تر ہو گئے

چنانچہ سنہ ۴۸۱ھ میں سلطان ابراہیم جب فوت ہو گیا تو ہندوستان

کے راجاؤں کو بھی اپنی طاقت مضبوط کرنے کا خیال آیا اُنھوں نے اپنی خفت وندامت مٹانے کے لئے پہلے شاہانِ اسلام کے ماتحت راجاؤں کو چُن چُن کر قتل کیا۔ جیسے کہ ۴۸۳ھ میں بنارس کے راجہ چندر دیو نے (جو راٹھور خاندان کا راجپوت تھا) راجہ کنور رائے (جو کہ سلطان محمود غزنوی کے عہدِ حکومت میں قنوج کا حکمران تھا) کی اولاد کو تہ تیغ کر کے قنوج پر قابض ہو کر اسی وقت سے اپنے خاندان کی حکومت قائم کی۔ چنانچہ قنوج کا راجہ جے چند اسی خاندان سے تھا جو سلطان شہاب الدین غوری کے مقابلہ میں قطب الدین ایبک کے تیر سے مارا گیا تھا۔

غرضیکہ ہند و سندھ کی سیاسی حالت تو یہ تھی جس کو ضمناً عرض کر دیا گیا ہے۔

یورپ کے جابر و متکبر بادشاہ ارمانوس کے ظلم وستم سے بلادِ اسلامیہ کے سرحدی شہر معرضِ خطر میں تھے۔ ارمانوس کی تمکنت و شرارت اس کی دولت و طاقت پر منحصر تھی۔ اس کا خیال تھا کہ بلادِ اسلامیہ پر قابض ہونے کے بعد ہند و سندھ پر بھی پرچمِ عیسائیت لہرائے۔

اسی غرور سے اُس نے ۴۶۲ھ میں اپنی باقاعدہ اور با اسلحہ فوج کے ساتھ ملک شام پر حملہ آور ہوتے ہوئے پہلے شہر منبج کا محاصرہ کر لیا اور وہاں رومی لشکر نے خون ریزی اور لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔

شام و منبج کے حکمران محمود بن صالح بن مرداس کلابی اور ابن جبان طائی نے اپنی قومی جمعیت اور قرب وجوار کے عربوں کو جمع کر کے اس رومی

لشکرِ عظیم کا مقابلہ تو کیا لیکن بے زر۔ بے قاعدہ۔ بے اسلحہ فوج اپنے سے آٹھ گنا با قاعدہ اور با اسلحہ فوج کا کب تک مقابلہ کر سکتی تھی۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ ایرانیوں اور عربوں کو رومیوں نے بہت بُری طرح شکست دی اور ارمانوس اپنے فتحیاب لشکر کے ساتھ پرچم کامرانی لہراتا ہُوا اپنے دارالخلافہ قسطنطنیہ میں واپس آ گیا۔

اپنی اسی کامرانی کے زعم میں ارمانوس نے ۴۶۳ھ ہجری میں مملکت اسلامیہ یعنی ایران و مصر و شام پر قابض ہونے کے لئے پھر دو لاکھ کا لشکر جمع کیا۔ اس لشکر میں رومی روسی۔ فرانسیسی۔ کرخ اور وہ بہادر عرب بھی شامل تھے جو یورپ کے قرب و جوار میں سکونت پذیر تھے۔

چنانچہ اس رومی لشکرِ جرار نے بلاد کرو (جو صوبہ خلاط کا ایک شہر تھا) میدان جنگ قائم کر کے وہیں اپنا پڑاؤ ڈال دیا۔

والئ ایران الپ ارسلان اس وقت حلب سے واپس آ کر صوبہ آذربائیجان کے ایک شہر خوی میں مقیم تھا وہیں اس نے رومی لشکر کے حملہ آور ہونے کی خبر وحشت اثر سنی اور غصہ سے بیخود ہو کر اسی وقت اپنے حرم اور دیگر سامان عشرت کو اپنے وزیر نظام الملک طوسی کے زیر حفاظت ہمدان میں بھیجا۔ خود پندرہ ہزار ترکی و ایرانی جانبازوں کے ہمراہ غنیم کے مقابلہ کے لئے آذربائیجان سے آندھی بن کر اُٹھا اور بجلی بن کر رومی لشکر پہ ایسا گرا کہ مقدمۃ الجیش کے پہلے ہی حملہ نے رومی لشکر کے مقدمہ کو شکست دے دی۔

موکب سلطانی کے مقدمۃ الجیش کی کامیابی [illegible] نے مجمع

ہو کر پھر مقابلہ کی ٹھانی۔ لیکن ادھر تو بہادران اسلام کے پہلے ہی حملہ نے رومیوں کے دل ہلا دیئے تھے۔ اُدھر ایرانی لشکر رومیوں کی کثیر جمعیّت اور کثیر جدید سامان حرب سے خائف تھا۔ اس لئے سلطان الپ ارسلان نے اپنے جنگی وزراء کے مشورہ سے ارمانوس شاہ روم کے پاس پیام صلح بھیجا۔

ارمانوس نے (اس زعم میں کہ شاید ایرانی لشکر رومی لشکر سے ہراساں ہو چکا ہے) جواب میں کہلا بھیجا۔ کہ "رے کا علاقہ اگر دیدیا جائے تو صلح ہو سکتی ہے"۔

سلطان الپ ارسلان ایسی پُر ندامت اور نقصان رساں شرط سنتے ہی غصّہ سے بیتاب ہو گیا مگر ساتھ ہی اسے اپنے وزراء اور لشکریوں کے ہراساں ہونیکا بھی فکر ہُوا۔

سلطان کے اس فکر و تردد کو دیکھتے ہوئے آخر ابو نصر محمد بن عبدالملک بخاری نے (جو مقدس مذہب اسلام کے بلند پایہ عالم اور فقیہ تھے) فرمایا

"اے سلطان با وقار اگر آپ محض دین اسلام کے لئے اپنے مقابل لشکر مشرکین سے جنگ کرنے کی دل میں ٹھان لیں۔ تو اللہ تعالےٰ اپنے وعدہ نصرت کے مطابق لشکر اسلام کو ضرور فتحیاب کرے گا اور اس فتحیابی کا سہرا آپ کے سر پہ رہے گا لہذا مناسب یہ ہے کہ جمعہ کے روز نماز جمعہ کے خطبہ کے وقت لشکر مشرکین پر حملہ کیا جائے کیونکہ اس وقت تمام جہان کے خطیب اپنی اپنی مسجدوں کے ممبروں پر خطبہ پڑھتے

ہوئے مجاہدین اسلام کے لئے فتح و نصرت کی دعائیں مانگتے ہیں۔ چنانچہ جہان بھر کے خطیبانِ اسلام کی دعائیں ہمارے شریکِ حال ہوں گی، اور یقیناً اللہ تعالیٰ لشکرِ اسلام کو فتحیاب کرے گا۔

ابونصر کی رائے سلطان نے قبول کرتے ہی اسی وقت اپنی تمام فوج کو غنیم پر حملہ کرنے کی تیاری کا حکم دیا۔ لیکن حملہ سے پہلے لشکر میں ایک ایسی پُرجوش تقریر کی جسے سُن کر فوج کے ہر ایک فرد کے دل میں شوقِ جہاد کا جذبہ بھڑک اُٹھا۔

سلطان الپ ارسلان نے اس پُرجوش تقریر کے بعد بارگاہِ الٰہی میں اس خشوع و خضوع سے دعا کی کہ نہ صرف بادشاہ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہو گئے بلکہ اسلامی لشکر کے تمام مجاہد ڈھاڑیں مار مار کر رونے لگے دعا سے فارغ ہو کر سلطان نے تمام فوج کو مخاطب کر کے بلند آواز سے کہا:۔

"جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان قربان کرنے سے معذور ہے یا جسے اپنی بیوی بچوں یا دنیاوی امور انجام دینے کے لئے اپنی جان کی ضرورت ہے اُن لوگوں کو میں بخوشی اجازت دیتا ہوں کہ وہ اس میدانِ جنگ سے، اسی وقت چلے جائیں۔ اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی سُن لو کہ اس وقت مجھے آپ اپنا سلطان نہ سمجھیں۔ بلکہ تمام حاضر مجاہدین میں سے مجھے بھی اپنا ایک ہمراہی

مجاہد سمجھیں جو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اسی کی راہ میں بصدق دل اس جہاد میں شامل ہے۔"

سلطان کی اس پُر اثر تقریر سے مجاہدین اسلام کے دل پر اس قدر اچھا اثر پڑا کہ لشکر اسلام کا ہر ایک فرد اپنی جان عزیز کو بخوشی قربان کرنے کے لئے تیار ہو گیا اور سب نے یکزبان ہو کر کہا:۔

"ہم سب لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں سر فروشی کیلئے تیار ہیں۔"

چنانچہ تمام جانثارانِ اسلام نے خدا کی راہ میں اپنی جانیں قربان کرنے کے خیال سے ایک ہی حملہ میں ہزار ہا رومیوں کو خاک وخون میں ملا کر رکھ دیا۔ شیرانِ اسلام کے آگے رومی روباہ بن کر بھاگے۔ بہادرانِ اسلام نے مفرور رومیوں کا تعاقب کر کے غنیم کے ہزاروں لشکریوں کیساتھ ہی اُن کے بادشاہ ارمانوس کو بھی گرفتار کر لیا۔ مجاہدین اسلام کے ہاتھ بکثرت مال غنیمت آیا۔ اور ہزاروں مفرور رومی گرفتار ہونے کے بجائے تہ تیغ ہوئے

آخر روم کا شاہ ارمانوس پابزنجیر بارگاہ سلطانی میں پیش ہوا۔ لیکن رحم دل سلطان نے دس لاکھ پچاس ہزار دینار فدیہ ادا کرنے پر اُس کی جان بخش دی اور ان شرائط پر:۔

(۱) جس قدر مسلمان بلاد روم میں قید ہیں ان سب کو بغیر کسی حجت کے رہا کر دیا جائے۔

(۲) پچاس برس تک شاہ روم بلاد اسلامیہ کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھے یعنی جنگ کرنے پر آمادہ نہ ہو۔ بلکہ ایرانیوں کی اعانت کے لئے کمربستہ رہے

دس لاکھ پچاس ہزار دینار فدیہ دے کر شاہ ارمانوس نے رہائی حاصل کی اور فاتح سلطان الپ ارسلان نے مالِ غنیمت اور تمام رومی آلاتِ حرب اپنے وزیر سلطنت نظام الملک طوسی کے زیر حفاظت بھجوا کر اُسے تاکید کر دی کہ یہ تمام سامان بغداد میں روانہ کر دیا جائے اور خود اپنے اسی فاتح لشکر کے ہمراہ پرچم کامرانی لہراتا ہُوا سمرقند کی طرف بڑھا۔ جو آخرکار رے میں فوت ہُوا۔ اور ۴۶۵ھ ہجری میں اس کا بیٹا ملک شاہ قمر الدین کے لقب سے تختِ ایران پر جلوہ فرما ہُوا۔

انہی دنوں میں دمشق و عرب کی حکومت پر اگرچہ خلیفہ قائم بامر اللہ متمکن تھے جو ۱۵ر شعبان ۴۶۷ھ کو اپنی پینتالیس ۴۵ سالہ خلافت کے بعد فوت ہو گئے۔ چونکہ ان کا کوئی لڑکا نہ تھا اس لئے تخت خلافت خلیفہ المقتدی بامر اللہ کو تفویض ہُوا تھا۔

لیکن ۴۶۱ھ میں دمشق و مصر پر خاندان سلجوق کے ایک ترک بادشاہ (جو اہل شام میں اقسیس یا انسیس کے نام سے مشہور تھا لیکن اس کا اصلی نام انستر تھا) اس نے حملہ کر کے رملہ اور بیت المقدس پر قبضہ کر کے دمشق کا محاصرہ کر لیا۔

والیٔ دمشق معلی بن وحید چونکہ ظالم و جابر تھا۔ اس لئے رعایا نے جب اس کا ساتھ نہ دیا تو وہ بھاگ کر بانیاس میں پہنچا۔ مگر بانیاس میں بھی اُسے پناہ نہ ملی تو صور ہوتا ہُوا مصر میں چلا آیا۔ لیکن خلیفہ مصر نے اس کو گرفتار کر کے قید کر دیا آخر اسی قید میں معلی نے وفات پائی ❊

۴۶۹ھ میں ظالم آتسز نے مصر پر فوج کشی کی لیکن خلیفہ مستنصر علوی نے بادیہ نشینان عرب کی امداد سے آتسز کو شکست فاش دی اور وہ اپنی جان بچا کر بیت المقدس کی طرف بھاگا۔ اہل بیت المقدس ظالم آتسز کی آمد کی خبر سنکر قلعہ نشین ہو گئے۔ ظالم آتسز کو اہل مصر کی اس علیحدگی نے مشتعل کر دیا اور اُس نے مصریوں کا تمام مال و اسباب لوٹا اور ان کو اس بے رحمی سے تہ تیغ کیا کہ جو لوگ مسجد اقصٰے میں جا چھپے تھے وہاں بھی اُنکی خونریزی کی۔

اسی زمانہ کے لگ بھگ عباسیوں کی خلافت وحکومت کے خلاف علویوں نے عالمگیر جد وجہد جاری کر رکھی تھی۔ اور اُسی مخالفت سے فائدہ اُٹھانے کی غرض سے بعض ایرانی الاصل چالاک لوگوں نے تحریک قرامطہ جاری کر کے مقدس اسلام کے نام لیواؤں کو سخت نقصان پہنچایا تھا۔ قرامطہ کا مذہب اگرچہ درحقیقت کوئی خاص مذہب نہ تھا۔ بلکہ محض ایک سیاسی تحریک تھی جس کا مقصد اسلام کو مٹانا اور اہل عرب کو نیچا دکھانا تھا۔ تاہم اس تحریک کو رائج کرنے کے لئے مذہبی جامہ بھی پہنا دیا گیا تھا۔ اور آج کل کے نام کے مسلمانوں کی طرح اس زمانہ کے جن مسلمانوں کو احکام اسلام نماز روزہ حج۔ زکوٰۃ بار خاطر گذرتے تھے ان کے اطمینان کے لئے ان احکام شریعت کی مخالفت کر کے ثابت یہ کیا جاتا تھا کہ یہ سب فضول باتیں ہیں خدا کو ان باتوں کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ اس مذہب قرامطہ کو خدا کا مذہب اور محمد بن حنفیہ کو خدا کا رسول بتایا جاتا تھا۔ اگرچہ قرامطہ میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی فضیلت برقرار رکھی

تھی لیکن یہ صرف علویوں کو خوش رکھنے کے لئے تھی تاکہ قرامطی اہل شیعہ کی اعانت حاصل کر سکیں۔

نہ صرف مسلمانوں کو قتل کرنا اس مذہب میں موجب ثواب سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ اپنے ہم مذہبوں کے سوا دیگر لوگوں کو بھی اذیت دینا کوئی جرم نہ تھا۔ حلال وحرام کی کوئی قید نہ تھی۔ جو باتیں مذہب اسلام میں ناجائز تھیں وہ سب اس مذہب میں جائز قرار دی گئی تھیں۔

غرضیکہ مذہب کیا تھا لا مذہبی، اور بدمعاشی وغارتگری کا اچھا خاصہ دستور العمل تھا۔ چونکہ یہ مذہب جاہل۔ عیاش اور مفسد لوگوں کے مزاج اور خواہشات کے مناسب تھا۔ اس لئے ہر قوم کے جاہل۔ خودغرض اور نفس پرست لوگ بڑی آسانی سے اس مذہب کے پیروکار بن جاتے تھے۔ اور بڑی سرعت سے یہ مذہب پھیل رہا تھا۔ زیادہ تر فارس وخراسان اور اُس کے مضافات میں اس مذہب کی وبا پھیل چکی تھی۔ اہل تشیع (علوی) قرامطیوں کو عباسیوں کا دشمن سمجھ کر اس مذہب کی مخالفت نہ کر سکتے تھے۔ بلکہ لوگوں نے قرامطہ کو شیعہ مذہب کی ہی ایک شاخ سمجھ رکھا تھا۔ حالانکہ قرامطی سخت بے دین اور مسلمانوں کے بدترین دشمن تھے۔

افسوس ہے کہ ہندوستان کی تاریخ لکھنے والے مورخین نے عام طور قرامطیوں کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ ممکن ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ جس زمانے میں ہندوستان کی تاریخیں مدوّن ہوئی ہیں قرامطہ کا اثر واقتدار صفحہ ہستی سے مٹ چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل کی درسی تاریخوں میں سلطان محمود غزنوی کو ہندؤں کا تو

جانی دشمن قرار دیا گیا ہے لیکن سلطان محمود غزنوی کو قرامطیوں کے استیصال کے لئے جتنی قوت صرف کرنا پڑی ہے اس کا ذکر تک مؤرخین نے نہیں کیا۔ اور اگر کسی نے کیا بھی تو معمولی اور مبہم الفاظ میں ۔ حالانکہ سلطان محمود غزنوی کے اہم کارناموں میں سب سے زیادہ نمایاں کارنامہ قرامطہ کی مخالفت اور ان کا استیصال ہی ہے ۔

بعض مؤرخوں نے اُن قرامطہ کو جن کے مرکز اشاعت بحرین و ہجر تھے ۔حسن بن صباح کے قائم کردہ مرکز قلعہ الموت کے فدائیوں کا اوّلین دور سمجھ لیا ہے لیکن بالکل غلط سمجھا ہے ۔ دراصل فدائیوں سے پہلے قرامطہ نے اپنی دہریت اور غارت گری کا بازار گرم کر رکھا تھا ۔

محمود غزنوی نے ان کا استیصال کیا اور ۴۲۸ھ سلطان محمود غزنوی کی وفات سے سات سال بعد حسن بن صباح کی جماعت فدائیوں نے اپنی لامذہبی اور خون ریزی کا مذہب الگ رائج کیا تھا ۔ چنانچہ انہی فدائیوں کے ہاتھوں بڑے بڑے مشہور و معروف لوگ قتل ہوئے ۔

اب اس وقت کے سندھ و ہند کی تہذیب و تمدّن پر بھی ایک نظر ڈال لینی چاہیئے ۔

اس میں شک نہیں کہ فاتح مسلمانوں کی آمد سے اہل ہند پر مسلمانوں کے پاکیزہ تمدّن کا اثر پڑ چکا تھا ۔ تاہم مسلمانوں سے پہلے یہاں کے لوگ ننگے بدن اور ننگے سر صرف ایک لنگوٹی یا دھوتی پہنتے تھے ۔ درختوں

کے پتوں پر الگ الگ بیٹھ کر کھانا کھایا کرتے تھے۔ جوا اور جوے کی ہار جیت راجوں کا مشغلہ تھا۔ ایک عورت ایک ہی وقت میں کئی ایک خاوندوں کی بیوی بن سکتی تھی۔ مجرموں کی شناخت کے لئے ان کو جلتی ہوئی آگ میں گذارنے کا رواج تھا۔ اگر آگ میں کوئی جل جاتا تھا تو مجرم گردانا جاتا تھا۔ اور اگر بچ جاتا تو بے گناہ سمجھا جاتا تھا۔ کبھی لوہے کا گولا انگارے کی مانند سرخ کر کے مجرم کے ہاتھ پر بھی رکھا جاتا تھا۔ کبھی گہرے پانی میں مشتبہ شخص کو اتنی دیر تک ڈبو دیا جاتا تھا کہ ایک شخص تیر کمان میں رکھ کر تیر چھوڑے اور دوسرا شخص جا کر اس تیر کو واپس اُٹھا لاوے۔ اس عرصہ میں اگر پانی میں ڈوبے ہوئے شخص کا دم نکل جائے تو مجرم سمجھا جاتا تھا۔ اور اگر زندہ نکل آئے تو بے گناہ تصوّر کیا جاتا تھا۔ جادو کا عام رواج تھا۔ غیب کی باتیں اور شگون کی تاثیرات بتانے والے لوگ قوم کے بزرگ اور دیوتا سمجھے جاتے تھے۔ محرمات ابدی کے ساتھ شادی کرنے میں کوئی عیب نہ تھا۔ جیسے کہ راجہ داہر نے اپنی حقیقی بہن کے ساتھ پنڈتوں کی اجازت سے شادی کر لی تھی۔

رہزنی اکثر لوگوں کا پیشہ تھا۔ ذات باری تعالیٰ کا تصوّر معدوم تھا۔ پتھر کی مورتیوں اور بتوں کو حاجت روا سمجھا جاتا تھا۔

البیرونی نے لکھا ہے یہاں کے لوگ اپنے سر بلکہ جسم کے کسی حصے کے بال کتوانا عیب سمجھتے تھے۔ بلکہ مونچھوں تک کو گوندھ رکھتے تھے۔ ناخن بھی بڑھاتے تھے۔ کھانا مل کر نہیں بلکہ الگ الگ بیٹھ کر کھاتے تھے۔ کھانے کی جگہ گائے کے گوبر سے پاک کی جاتی تھی۔

شُودروں اور اچھوتوں کی نسبت البیرونی نے لکھا ہے :-

اچھوت شودروں سے زیادہ پست اور ذلیل تھے۔ اور آٹھ قوموں میں منقسم تھے۔ ان میں دھوبی۔ موچی۔ جُلاھے باقی پانچ قوموں سے ممتاز تھے یہ باقی پانچ اچھوت ذاتیں ٹوکرے اور ڈھالیں بنانے والے۔ ملاح۔ ماہی گیر جنگلی جانوروں کے شکاری اور بازیگر تھے۔ ان آٹھوں اچھوت ذاتوں کے کسی فرد کو شہر یا گاؤں کے اندر رہنے کی اجازت نہ تھی البتہ بستی کے قریب اپنے چھپر ڈال کر رہ سکتے تھے۔ ان اچھوتوں سے بھی زیادہ ذلیل بازی گر ڈوم۔ چنڈال اور بدھا تو تھے۔ چنڈالوں کا ایک فرقہ جلّادی کا پیشہ کرتا تھا اور بدھا تو مُردار خور تھے جو مُردار کُتوں تک کو کھاتے تھے۔

غرضیکہ ۴۶۶ھ سے ۴۷۰ھ ہجری تک بلادِ رُوم و شام و مصر اور ایران ہند و سندھ کی سیاسی تمدّنی حالت کا یہ مختصر سا خاکہ ہے جسے صفحات گذشتہ میں مختصر عرض کر دیا گیا ہے۔ اس طوفان بے تمیزی میں مذہب اخلاق ادب و تہذیب۔ راستی و ہمدردی و دیگر صفاتِ انسانی ان ممالک کے ساکنین سے معدوم ہو چکی تھیں۔

غرضیکہ مخلوق الٰہی کو خالق حقیقی کی وحدت کاملہ کی تلقین کرنے اور ایسے متکبّر و مغرور اور نفس پرور انسانوں کے دلوں میں زنگ آلودہ جوہر انسانیّت کو جلا دینے کی خدمات جس فرد کامل کو قدرت کی طرف سے تفویض ہونے والی تھیں وہ آپ کی ہی ذات پُر صفات تھی جس کی پیدائش مُلک ایران کے صوبہ طبرستان (بلاد دیلم) شہر گیلان ۴۷۱ھ ہجری مطابق ۱۰۷۵ عیسوی

میں ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ملک ایران کے تخت حکومت پر خاندان سلجوق کا تیسرا فرمانروا ابو الفتح ملک شاہ الملقب معز الدین متمکن تھا۔ اور ممالک اسلامیہ عربیہ کے منبر خلافت پر المقتدی بامر اللہ مامور تھے۔

کسی شاعر معارف نے سنہ ہجری سے آپ کی ولادت باسعادت کی تاریخ عَاشِق نکالی ہے۔ اور وفات حسرت آیات کی معشوق الٰہی ۵۶۲ھ۔ یہ دونوں تاریخیں معرفت الٰہی میں ڈوبی ہوئی اور نہایت ہی پُر کیف ہیں۔ جو کہ شاعرِ شیریں مقال نے اپنے اس شعر میں منسلک کر دی ہیں ؎

سنِ کامل (عاشق ۴۷۱) تولد وفاتش دارِ کہ (معشوق الٰہی ۵۶۲)

نسب نامہ

آپ حسباً و نسباً حسنی[1] و حسینی ہیں آپ کا سلسلہ نسب آپ کے والد محترم کی طرف سے گیارہویں پشت میں حضرت امام حسن علیہ السلام سے ملتا ہے۔ اور والدہ محترمہ کی جانب سے اٹھارویں پشت میں امام حسین علیہ السلام سے۔

[1] بعض لوگوں کو آپ کے حسنی ہونے سے اس لئے انکار ہے کہ آپ شیخ کے لقب سے ملقب تھے حالانکہ عرب میں شیخ کا لقب کسی قبیلہ یا ذات سے منسوب نہیں ہوتا بلکہ خصائل ذاتی یا وصف بزرگی پر مبنی ہوتا ہے جیسا کہ موجودہ زمانہ میں بھی اہل عرب بطور عزت و احترام ہندی اشخاص کو "یا شیخ" سے مخاطب کرتے ہیں ۱۲

ص ۱۷ سطر [1] صاحب بہجۃ الاسرار نے لکھا ہے کہ جیلان ملک ایران کے ایک چھوٹے سے قصبہ کا نام تھا جو طبرستان کے قریب تھا۔ جیسے کہ ہندوستان کے قریب پنجاب۔ اسی حصہ جیلان کے ایک مقام نیق میں آپ کی ولادت ہوئی لیکن خطہ جیلان سے ہی آپ مشہور ہوئے۔ [3] ابو الفضل احمد بن صالح حنبلی و ابو عبداللہ محمد الہدی علیہم الرحمۃ کا بھی یہی قول ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت ۴۷۱ھ میں ہوئی ۱۲

چنانچہ آپ کا سلسلہ نسب پدری و مادری الگ الگ مندرجہ ذیل ہیں

نسب نامہ پدری آپ کے القابات محی الدین۔ غوث الاعظم۔ پیران پیر دستگیر۔ محبوب سبحانی۔ قطب ربانی۔ غوث صمدانی۔ سلطان الاولیا۔ وغیرہم ہیں۔ کنیت ابو محمد۔ اسم گرامی عبدالقادر۔ آپ کے پدر بزرگوار کا نام ابی صالح الملقب جنگی دوست[1] بن ابی عبداللہ الملقب یحییٰ زاہد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ الجون[2] بن عبداللہ (جنہیں عبداللہ المجل بھی کہتے تھے) بن حسن المثنیٰ بن امام ہمام حضرت امام حسن علیہ السلام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

نسب نامہ مادری آپ کی والدہ مخدومہ کا اسم شریف فاطمہ کنیت ام الخیر۔ جو کہ سید عبداللہ الصومعی[3] زاہد کی صاحبزادی تھیں۔

عبداللہ الصومعی بن ابی جمال بن محمد بن محمود بن طاہر بن ابو العطا عبداللہ بن ابی کمال بن عیسیٰ بن ابی علاؤالدین بن محمد بن سید امام علی رضا بن سید موسیٰ کاظم بن سیدنا امام جعفر صادق بن سیدنا امام محمد باقر بن سیدنا امام ہمام زین العابدین۔ بن سید الشہدا امام عالیمقام حسین علیہ السلام۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین

---

[1] یہ فارسی لفظ ہے جس کے معنے جنگ سے محبت رکھنے والے کے ہیں ۱۲ [2] علامہ قاضی محمد سلیمان مصنف رحمۃ للعلمین نے لکھا ہے موسیٰ الجون چونکہ سانولے رنگ کے تھے اسلئے جون کہلائے تاریخ میں آپکی شخصیت نہایت اہم اور تمام آور ہے ۱۲ [3] ابو عبداللہ محمد قزوینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ الصومعی علیہ الرحمۃ مشائخ جیلان میں سے بڑے پایہ کے بزرگ، اور مستجاب الدعوات تھے ہمیشہ ذکر اذکار میں مصروف رہتے اور نہایت منکسر المزاج بزرگ تھے ہر ایک سے عجز و انکسار سے پیش آتے اور اپنا حال کسی پر ظاہر نہ کرتے تھے مصائب پر صبر کرتے اور اس زندگی ناپائدار کی نہایت قدر کیا کرتے تھے آپ کا یہ خیال تھا اور اپنے اس خیال پر نہایت سختی سے عامل بھی تھے۔ کہ اس دنیاوی زندگی کے وقت کی نہایت حفاظت کرنی چاہیئے تاکہ زندگی کا ایک لمحہ بھی دنیاوی لہو و لعب میں ضائع نہ ہو بلکہ اُسے خداوند کریم کے ذکر اذکار میں ہی گذارا جائے ۱۲

زمانۂ شیر خواری جناب شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ قاضی القضاۃ ابی نصر صالح کی روایت سے تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کے وقت آپ کی والدہ مخدومہ کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی چونکہ عورتوں کو عموماً اس عمر میں اولاد ہونے کی اُمید نہیں ہوتی۔ لیکن اس عالم یاس میں آپ کا اپنی ساٹھ سالہ والدہ ماجدہ کے بطن پاک سے پیدا ہونا منشاء قدرت اور آپ کی شان ولایت کی دلیل ہے۔

شیخ ابوسعید عبد اللہ اور جناب احمد عنبل علیہم الرحمۃ اپنی والدہ محترمہ کی روایت کے مطابق آپ کی دوسری کرامت زمانہ شیر خوری میں یہ بیان فرماتے ہیں کہ:-

آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ میرا فرزند عبد القادر ماہ رمضان میں پیدا ہوا[1] لیکن رمضان کے دنوں میں دن کے وقت اس نے کبھی دودھ نہیں پیا۔ بلکہ شام کے وقت جبکہ روزہ افطار ہوتا ہے دودھ پیا کرتا تھا۔ اس واقعہ کا تمام شہر میں شہرہ ہو گیا کہ سادات میں ایک ایسا مادر زاد ولی پیدا ہوا ہے جو احترام رمضان کے باعث دن کو ماں کا دودھ نہیں پیتا۔

دوسری روایت آپ کی والدہ مخدومہ کی زبان مبارک سے یہ ہے:-

فرماتی ہیں:- "کہ میرے بیٹے نے ایّام شیر خواری میں رمضان کے دنوں میں۔ دن کے وقت کبھی دودھ نہیں پیا بلکہ اُنتیسویں ۲۹ شعبان کو ہی جب ماہ رمضان المبارک کا چاند نظر نہ آیا تو صبح کو پہلے روزہ کی نسبت لوگوں کو تردد ہوا کہ روزہ رکھا جائے یا نہ رکھا جائے؟ چنانچہ ایک بزرگ کے مشورہ کے مطابق چند

[1] آپ کا یوم ولادت بعض روایات کے مطابق یکم رمضان المبارک اور بعض روایات کے مطابق ۲۱ رمضان المبارک ہے۔

روساء شہر میرے گھر پر آئے اور انہوں نے میرے گھر کے دروازہ کے باہر ہی کھڑے ہو کر مجھ سے دریافت کیا کہ آج آپ کے شیرخوار صاحبزادہ بلند اختر نے آپ کا دُودھ پیا ہے یا نہیں ؟ اور اگر آپ کو رؤیت ہلال کا علم ہو تو مطلع فرمایئے۔ مَیں نے اُن سے کہا رؤیت ہلال کا تو مجھے علم نہیں ہے البتہ آج صبح سے میرے بیٹے عبدالقادر نے چونکہ دُودھ کی طرف مطلق رغبت نہیں کی۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ آج رمضان المبارک کی پہلی تاریخ ہے"

غرضیکہ مجھ سے یہ حال دریافت کرکے تمام لوگوں نے اس روز روزہ رکھا"

عہدِ طفولیّت و شوقِ علم آپ کے عہد طفولیت کی بعض روایات آپ ہی کی زبان مبارک سے یہ ہیں۔ یعنی۔

آپ نے فرمایا: بچپن میں جب کبھی میں غافل ہو کر سو جاتا تو میرے دل پر یہ القاء ہوتا۔

"اے عبدالقادر تو دنیا میں سونے کے لئے نہیں آیا بلکہ

خفتہ بختوں کو جگانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا ہے"

پھر فرماتے ہیں: جب میں پانچ برس کی عمر کا ہُوا تو جب کبھی میں اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیلنے کا ارادہ کرتا تو غیب سے یہ ندا میرے کانوں میں آتی اِلَیَّ یَا مُبَارَکُ یعنی اے برکت والے ادھر آ۔ کسی نے خوب کہا ہے

چند سوئے دگر مبیں ردوئے اے راحتِ جان
سوئے ما۔ آ۔ کہ ترا یار وفادار منم

فرماتے ہیں مَیں اس ندائے غیب سے مطلع ہوکر فوراً اپنی والدہ ماجدہ کے پاس آکر چھُپ جاتا۔

اگرچہ آپ ایسے مادرزاد ولی کے دل میں مبدءِ فیاض سے ہی یہ مَلکہ ودیعت ہوتا ہے کہ وہ مشاہدات ومناظرات قدرت سے علم حقیقت حاصل کرسکیں اور ایسے ہی افراد حقیقت انسانی حسن عشق یا فطرت کے ظاہری مناظر رنگ و بُو کی بجائے بنیاد فطرت یعنی قدرت کے شجر و حجر سے صانع حقیقی کا علم حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ ایسے ہی بالغ نظر اور صالح انسانوں کی نسبت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے

برگ درختانِ سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقِ دفتریست معرفت کردگار

پس ایسے ہی تخلیہ پسند اور خاموش طبیعت ستودہ صفات افراد کی نظروں میں شاہد حقیقی کی تجلیاں اور کانوں میں القائے الٰہی کی ندائیں گوُنجا کرتی ہیں۔
غرضیکہ آپ نے بھی اپنی اسی ذہانت طبعی اور شوق علم کے باعث سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا۔ لیکن شاید ابھی آپ کا سنِ مبارک دس بارہ سال کا ہی ہو گا کہ آپ کے سر سے اپنے والد محترم کا سایہ جب اُٹھ گیا تو گھر کے کاروبار کا بار بھی آپ کے کندھوں پر آپڑا۔

لیکن آپ نے اسی عمر اور انہیں گھر کے دھندوں بکھیڑوں میں قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد اپنے وطن میں ہی چند دینی درسی کتابیں بھی پڑھ لیں۔ لیکن آپ کا شوق علم چونکہ ابھی تشنہ تھا اس لئے اس تشنگیٔ علم کے خیال میں ہی آپ عرفہ کے دن جبکہ اپنی گائے کو کہیں لے جارہے تھے۔ راستے میں آپ کو یہ القا ہُوا۔

"مَا لِهٰذَا خُلِقْتَ وَلَا بِهٰذَا أُمِرْتَ ۔ یعنی اے عبدالقادر، تو ان (دنیاوی) کاموں کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ اور نہ اس کے لئے تم کو حکم ہُوا ہے"

فرماتے ہیں کہ مَیں اس القاءِ الٰہی کو اپنے سینے میں لئے ہوئے اپنے مکان کی چھت پر چڑھا اور اس پر تدبّر کرنے لگا۔ اتنے میں مَیں نے ایک قافلہ بغداد کی طرف جاتے دیکھا۔ میرے دلی خیالات اور اس ظاہری منظرِ مسافرت نے میرے دل پر خاص اثر ڈالا اور مَیں نیچے اُتر کر اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ انہوں نے مجھے مغموم و متفکر دیکھ کر پُوچھا۔ کیوں کیا بات ہے؟ تو میں نے ان کو اپنا شوق علم عرض کر کے برائے حصولِ علم سفرِ بغداد[1] کی اجازت طلب کی۔ تاکہ علومِ حقیقی و علمِ دینی کی تکمیل کے ساتھ ہی صالحینِ الٰہی کی زیارت سے بھی مشرف ہو سکوں۔

فرماتے ہیں اگرچہ میری والدہ ماجدہ ضعیف و نحیف تھیں اور سوائے میرے ان کا اس دنیا میں بظاہر اور کوئی پُرسانِ حال نہ تھا لیکن اپنی خدا پرستی اور تکمیلِ علومِ دینی کے فرضِ انسانی کو مدِّنظر رکھتے ہوئے اُنہوں نے مجھے اجازت دے دی اور ساتھ ہی میرے والدِ محترم کا ترکۂ نقدی اسّی دینار جس میں چالیس ۴۰ دینار میرا اور چالیس ۴۰ دینار میرے بھائی عبداللہ کا حصہ تھا۔ اس میں سے میرے حصہ کے چالیس ۴۰ دینار میری صدری میں سی کر میرے حوالے کئے اور فرطِ محبت سے باچشمِ پُرنم مجھے خالقِ حقیقی کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا:۔

---

[1] ان دنوں بغداد میں ایک بہت بڑی دینی درسگاہ تھی جس میں بڑے بڑے عابد و کامل علامہ دہر جمع تھے اور دنیا بھر میں اسی درسگاہ کی فضیلت و علمیت کا شہرہ تھا ۱۲

بیٹا شاید اب قیامت کے دن ہی میری اور تمہاری ملاقات ہو اس لئے میری یہ نصیحت یاد رکھنا کہ کسی حالت اور کسی وقت میں جھوٹ نہ بولنا۔ کیونکہ ہمارے آقائے سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے الصّدق ینجی والکذب یھلک۔ یعنی سچ میں نجات ہے اور جھوٹ میں ہلاکت ہے۔

نیز اگر کوئی مشکل آپڑے تو یہ دعا ایک سو ایک بار پڑھ لیا کرنا انشاء اللہ ہر مشکل سے نجات حاصل ہوگی۔

للہ الکافی قصدت الکافی لکلٍّ کافی کفا فی الکافی ونعم الکافی وللہ الحمدُ۔

آغاز شباب میں سفر بغداد برائے حصول علم

آپ فرماتے ہیں کہ میں اپنی عمر کے سترہویں یا اٹھارہویں برس کے لگ بھگ اپنی والدہ ماجدہ سے سفر بغداد کی اجازت لے کر ایک قافلہ (جو کہ بغداد شریف کو جا رہا تھا) کے ساتھ ہولیا۔ جب ہمارا قافلہ ہمدان سے آگے بیدان دلدل میں پہنچا تو یکا یک ساٹھ رہزن سواروں نے گھاٹیوں سے نکل کر تمام قافلہ کو گھیر لیا۔ پہلے تو اُن رہزنوں نے قافلہ کا تمام سامان لوٹا۔ اس کے بعد ہر شخص کی تلاشی لی۔ اور جو کچھ جس کی جیب سے نکلا نکال لیا۔

چونکہ میں بھی انہی گرفتاران مصیبت میں تھا۔ اس لئے میں نے اس مصیبت میں اپنی والدہ ماجدہ کی فرمودہ دعا کا ورد جاری کر دیا جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ رہزنوں نے میری مزاحمت تو نہ کی لیکن ایک رہزن نے مجھ سے اتنا دریافت کیا۔

"اے لڑکے تیرے پاس بھی کچھ ہے ؟

چونکہ میں اپنی والدہ کی نصیحت کے مطابق سچ بولنے کا عہد کر چکا تھا۔
اس لئے میں نے اس سوال کے جواب میں سچ سچ کہہ دیا۔

"ہاں میرے پاس بھی چالیس ۴۰ دینار ہیں۔

اُس نے پوچھا۔ کہاں ہیں ؟

میں نے کہا میری صدری کی تہ میں ہیں۔

چونکہ میں تمام قافلہ میں مسکین بے نوا تھا اور اول قافلہ میں کسی کو بھی میرے پاس ان ۴۰ دینار کا علم نہ تھا اس لیۓ اُس نے میری اس صداقت کو مذاق سے تعبیر کیا۔ لیکن ساتھ ہی ایک دوسرے رہزن نے بھی مجھ سے یہی سوال کیا میں نے اُسے بھی یہی جواب صادق دیا مگر اس نے بھی ہنسی پر مبنی سمجھا۔ اور ان دونوں رہزنوں نے بھی مجھ سے کچھ تعرض نہ کیا۔ مگر جب سب رہزنوں نے اپنے سردار (جو تھوڑی ہی دُور ٹیلہ پر بیٹھا ہُوا تھا) کے پاس یہ تمام لوٹا ہُوا مال اور زر نقد پیش کیا اور رہزنوں کے سردار نے اُسی وقت ... اپنے ماتحت رہزنوں میں یہ مال غنیمت تقسیم کرنا شروع کیا تو ان رہزنوں نے ..... اپنے سردار سے میرا بھی تذکرہ کیا۔ سردار چونکہ کچھ سمجھ دار تھا اُس نے میرا یہ واقعہ سُنتے ہی ان رہزنوں سے کہا اُس لڑکے کو فوراً میرے سامنے لے آؤ۔

چنانچہ دونوں رہزن پھر لوٹ کر میرے پاس آئے اور مجھے اپنے سردار کے پاس پکڑ لے گئے۔ سردار نے مجھے نہایت ہی کرخت آواز سے ڈانٹ کر پوچھا

"تیرے پاس کیا ہے ؟

میں نے فوراً کہا چالیس دینار۔

اُس نے پُوچھا کہاں ہیں ؟

میں نے کہا۔ میری والدہ محترمہ نے میری صدری کی اندر کی تہ میں سی دیئے ہیں۔

میرا یہ جواب سُنکر رہزنوں کے سردار نے ایک رہزن کو فوراً میری صدری ادھیڑنے کا حکم دیا اُسنے جیسے ہی صدری کے ٹانکے اکھیڑے اور فی الواقعہ اس میں سے چالیس دینار نکلے تو رہزنوں کے سردار نے کہا:۔

"اے لڑکے تو بڑا نادان معلوم ہوتا ہے حالانکہ ہر شخص اپنے مال کو اس قدر پوشیدہ رکھتا اور اس کی ایسی حفاظت کرتا ہے کہ دلی دوستوں سے بھی اس کا ذکر نہیں کرتا۔ ایک تو ہے کہ تونے ہم ایسے رہزنوں سے اس پوشیدہ زرِ نقد جو تیری ماں نے تجھ کو سفر خرچ کے لئے اسی لئے پوشیدہ رکھ کر سی دیئے تھے تاکہ کسی پر ان کا حال نہ کھُلے۔ لیکن تونے اس پوشیدہ رقم کا صاف اظہار کر دیا۔ آخر کس وجہ سے تونے یہ راز ظاہر کر دیا ؟

میں نے اس سے کہا :۔

"میری والدہ ماجدہ نے رخصتِ سفر دیتے وقت مجھے یہ نصیحت کی تھی کہ ہر وقت اور ہر حالت میں سچ بولنا۔ کیونکہ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا یہ ارشاد ہے کہ سچ میں نجات ہے اور

جھوٹ میں ہلاکت ہے اور میں نے اُن سے یہ عہد کر لیا تھا کہ میں آپ کے اس ارشاد کی ضرور تعمیل کروں گا۔ چنانچہ میں نے رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے ارشاد کے مطابق الجنّۃ تحت اقدامِ اُمّھاتِکُمْ یعنی جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے اپنی والدہ کی حرمت کو مدنظر رکھتے ہوئے اُن سے جو عہد کیا تھا اُسے پورا کر دیا۔

میرا یہ جواب سنتے ہی رہزنوں کے سردار کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہو گئے اور اُس نے سب کو مخاطب کر کے کہا۔

"اللہ اللہ ایک یہ لڑکا ہے کہ اس کم سنی میں اس نے اپنی والدہ کے احترام کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے توشۂ سفر کی پروا نہ کرتے ہوئے اپنی والدہ سے جو عہد کیا تھا اُسے نہ توڑ سکا۔ ایک میں اور تم میرے ساتھی ہو کہ اپنے پروردگار کے عہد کو قائم رکھنے کی بجائے سال ہا سال سے مخلوقِ الٰہی کے جان و مال کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ہم لوگ اپنے ان افعالِ بد کے متعلق خداوند عالم کو کیا جواب دینگے صد حیف ہے مجھ پر۔ کہ میں نے اپنی تمام عمر اسی سیاہ کاری و گنہ گاری میں گذاری۔ اور ایک روز بھی مجھے عہدِ الٰہی کا خیال نہ آیا۔

لیکن آج میں اپنے دل کے کانوں سے یہ سُن رہا ہوں کہ اے احمد (رہزنوں کے اس سردار کا نام احمد تھا) اس نوعمر لڑکے سے سبق حاصل کر۔ دیکھ یہ اپنی والدہ کے عہد پر کس مضبوطی سے قائم ہے لیکن تو اپنے مالکِ حقیقی کے اس عہد کو جو روز

الست کیا گیا تھا۔ کس قدر فراموش کر چکا ہے۔ او احمد! اب تو ہی اپنے دل میں انصاف کر کہ تجھ سے بڑھکر اور کون بدبخت اور ظالم ہے"۔

آپ فرماتے ہیں کہ احمد (رہزنوں کا سردار) یہی افسوس کرتا ہوُا میرے قدموں پر گر پڑا۔ اور میرے ہاتھوں کو چومتا اور زار و نزار روتا رہا۔ پھر پہلے اُس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی اور اپنے تمام ماتحت رہزنوں کو بھی توبہ کرائی۔ اور میرے قافلہ کے تمام لوگوں کو ان سے لوٹا ہوُا مال واپس کر دیا۔ اور قسم کھائی کہ آج سے مَیں اور میرے ساتھی کبھی ایسا کام نہ کرینگے بلکہ خدا اور اُس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر عمل کرینگے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہی احمد بدوی (سابقہ رہزنوں کا سردار) آپ کو اپنے گھر پر لے گیا اور آپ کی نہایت پُر تکلّف دعوت کی۔ بلکہ اپنی بیٹی کا نکاح بھی آپ سے کر دیا۔ اور گھر کا تمام مال و اسباب راہ خدا میں تقسیم کر دیا۔

زمانہ تعلیم اور آپ کے اساتذہ

۴۸۸ھ اور اپنی اٹھارہ سال کی عمر میں آپ بغداد تشریف لائے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مملکت عربیہ کے خلیفہ المقتدی بامر اللہ اور اس زمانہ کے بحر العلوم امام تمیمی کی وفات حسرت آیات کے بعد خلیفہ مستظہر باللہ مسند آرائے خلافت تھے جن کے عہد امن میں بغداد شریف تعلیم الدین اسلام کا سرچشمہ بنا ہوُا تھا جس کا نام مدرسہ نظامیہ تھا جس میں دنیا کے چیدہ چیدہ بلند پایہ اساتذہ علم جمع تھے اور اس سرچشمہ علوم سے فیضیاب ہونے کے لئے طالبان دُور و دراز کا سفر کر کے آتے اور بعد تکمیل

علوم فقہ و قرآن و حدیث ادب وغیرہ کی سندات سے سرفراز ہوتے۔

چنانچہ آپ بھی اپنی تشنگیٔ علوم بجھانے کے لئے اسی سرچشمۂ علوم میں تشریف لائے اور آپ نے مندرجہ ذیل اکابر و جیّد علما کے سامنے حصول علم حدیث شریف کے لئے اپنا زانوئے تلمّذ تہ کیا۔

محمد بن الحسن باقلانی رح۔ ابو سعید محمد بن عبد الکریم۔ ابو المختار محمد بن علی۔ علی بن میمون الفرسی۔ ابو بکر احمد بن المظفر۔ ابو جعفر بن احمد بن الحسین القاری رح ابو القاسم علی بن احمد بن جنان الکرخی۔ ابو طالب عبد القادر بن محمد یوسف۔ رح عبد الرحمان بن احمد۔ ابو البرکات ہبۃ اللہ بن المبارک۔ ابو الفخر محمد بن المختار ابو نصر محمد ابو غالب احمد۔ ابو عبد اللہ اولاد علی النبا۔ ابو الحسن المبارک بن الطیوری ابو منصور عبد الرحمٰن انفراز ابو البرکات طلحہ رحمہم اللہ علیہم

علم ادب آپ نے ان اساتذہ سے حاصل کیا۔

ابو الخیر حماد بن مسلم بن ورۃ الدباس۔ ابو زکریا بن یحییٰ بن علی التبریزی وغیرہم۔

علم فقہ کی تکمیل آپ نے ان اساتذہ سے کی۔

ابو الوفا علی بن عقیل حنبلی۔ ابو الخطاب محفوظ حنبلی۔ ابو الحسن محمد بن قاضی ابو یعلیٰ محمد بن الحسین بن محمد انفراء الحنبلی۔ قاضی ابو سعید مبارک بن علی المخرمی رح وغیرہم۔ ان تمام اساتذہ میں قاضی ابو سعید مبارک کی آپ پر خاص طور نظر التفات تھی۔ اور اس لئے تھی کہ وہ آپ کے ذہن رسا اور جذبۂ اخلاص و عمل کے قائل تھے بلکہ اکثر آپ سے فرمایا کرتے "اے عبد القادر عنقریب تم مرجع عام و خاص ہو گے

اور تمہارے علم وعمل سے خلق خدا کو فیض عام حاصل ہوگا

چنانچہ آپ نے ۱۳ علوم کی تکمیل کی اور ان تمام علوم اسلامیہ میں ایسے اکمل قرار پائے کہ اساتذہ علم الحدیث نے سند حدیث دیتے وقت آپ سے فرمایا

" اگرچہ ہم لوگ آپ کو علم حدیث کی تحریری سند دے رہے ہیں لیکن یہ صرف تحریری و دستوری سند ہے ورنہ حق تو یہ ہے کہ حدیث شریف کے حقیقی معانی سے ہم لوگ آپ سے ہی مستفید ہوئے ہیں "

سلسلہ درس و تدریس اور آپ کے تلامذہ

غرضیکہ تکمیل علوم اسلامیہ کے بعد آپ کے مشفق استاذ قاضی ابوسعید المبارکؒ نے آپ کو اپنے مدرسہ (جو محلہ باب الازج میں تھا) کا استاد مقرر فرمایا جس میں آپ نے سلسلہ درس و تدریس جاری کیا۔ اور آپ ایسے اکمل العلوم ہونے اور جدید طریقہ تعلیم جاری کرنے کا ملک بغداد میں اس قدر شہرہ ہوا کہ نہ فقط بغداد سے بلکہ دور و دراز ممالک سے طالبان علم آپ کے سامنے اپنا زانوئے تلمذ تہ کرنا باعث فخر سمجھنے لگے ۔

آپ بہ وقت صبح اپنے تلامذہ کو تفسیر و حدیث مذہب۔ اخلاقیات ادب اصول۔ صرف و نحو کا درس دیتے اور بعد نماز ظہر قرآن مجید کا ترجمہ توحید اور مسائل استنباط قرآن و حدیث بھی بیان فرماتے ۔

ابتدا میں آپ شافعی المذہب تھے لیکن ازاں بعد امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اصولات کے حامی بن گئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کی علمیت

وعظمت کی دنیائے اسلام میں شہرت ہوگئی۔ پھر تو روز بروز طالبان علم کی اس قدر کثرت ہوئی کہ مدرسہ کی وسعت ناکافی ہوگئی۔ اس تنگیٔ وسعت کے باعث جن طلبا کو مدرسہ میں جگہ نہ ملتی تھی وہ مدرسہ کے متصل مکانوں کی چھتوں اور بازار میں بیٹھ کر آپ کے درس سے مستفید ہوتے تھے۔

لیکن طالبان علم الدین کی کثرت اور مدرسہ کی تنگیٔ وسعت کو دیکھتے ہوئے آپ نے ایک روز مدرسہ کی توسیع عمارت کی حاضرین سے تحریک فرمائی۔ آپ کی زبان فیض ترجمان کا یہ اثر ہوا کہ اسی وقت امراء نے مال و زر سے اور غربا میں سے بعض نے نہایت ہی قلیل اُجرت پر اور بعض نے بلا اُجرت بھی اپنی خدمات پیش کیں۔ بلکہ عورتوں تک نے اس کارِ خیر میں حصہ لیا۔

چنانچہ ایک معمار کی بیوی اپنے شوہر سمیت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے یہ عرض کیا کہ یہ میرا شوہر ہے اور اس کے ذمہ میرے حق مہر کے ۲۰ دینار ہیں میں اپنے ان ۲۰ دیناروں میں سے دس دینار تو اس شرط پر چھوڑتی ہوں کہ آپ کے مدرسہ کی عمارت میں بلا اُجرت بلا کسی کوتاہی کے معماری کا کام انجام دے۔ اور باقی دس دینار اس شرط کو قبول کرنے کی صورت میں معاف کرتی ہوں۔ چنانچہ جب شوہر نے بھی یہ شرط قبول کر لی تو اس کی بیوی نے وصولی مہر کی رسید لکھ کر آنجناب کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے یہ التماس کی کہ جب میرے شوہر کی اُجرت کار کے دس دینار ختم ہو جائیں تو اسے یہ رسید دے دی جائے۔

چونکہ آپ نہایت ہی رحم دل اور غربا پرور تھے آپ اس معمار کو ایک

روز کی اُجرت تو عطا فرماتے البتہ دوسرے روز کی اجرت بلا معاوضہ کراتے۔ لیکن جب وہ معمار پانچ دینار کا کام بلا معاوضہ کر چکا تو آپ نے اُسے اس کی عورت کی وصول مہر کی رسید حوالہ کرتے ہوئے فرمایا اب باقی پانچ دینار ہم نے معاف کئے۔ آج سے ہر روز کے کام کی تجھے اُجرت دی جایا کرے گی۔

آخر ۵۲۸ھ میں یہ مدرسہ نہایت مہتم بالشان عمارت کی شکل میں تبدیل ہوگیا۔ اور آپ کے اسم گرامی سے منسوب ہوکر مدرسۂ قادریہ مشہور ہوگیا۔ اگرچہ ہزاروں طالبانِ علم یہاں سے فارغ التحصیل ہوکر علامۂ دہر و فاضل بے بدل کہلائے تاہم آپ کے بعض تلامذہ خاص کے یہ نام تھے:

محمد بن احمد بن بختیار۔ ابو محمد عبد اللہ بن ابوالحسن الجبائی رح فرزند عباس المصری عبد المنعم رح بن علی الحرانی۔ ابراہیم الحداد الیمنی۔ عبد اللہ الاسد الیمنی عطیف بن زیاد الیمنی۔ عمر بن احمد الیمنی۔ مدافع بن احمد۔ ابراہیم بن بشارہ العدلی۔ عمر بن مسعود البزاز شاہ میر محمد الجیلانی۔ عبد اللہ بطائی۔ نزیل بعلبک۔ مکی بن ابوعثمان السعدی۔ فرزندان عبد الرحمٰن و صالح ابوعثمان الاسعدی۔ عبد اللہ بن الحسین بن ابوکبری۔ ابوالقاسم بن ابوبکر احمد وعتیق۔ برادران ابوالقاسم بن ابوبکر۔ عبد العزیز بن ابونصر خبائدی۔ محمد بن ابوالمکارم الحجۃ اللہ البعقوبی۔ عبد الملک بن ریال۔ ابوالفرج۔ فرزندان عبد الملک بن ریال۔ ابواحمد الفضیلہ و عبد الرحمٰن بن نجم الخزرمی۔ یحیی التکریتی۔ ہلال بن امید العدنی۔ یوسف بن مظفر العاقولی۔ احمد بن اسمٰعیل بن حمزہ۔ عبد اللہ بن المسفوری۔ سد ونۃ البصیر یفنی عثمان الباسری۔ محمد الواعظ الخباز۔ تاج الدین بن بطّہ۔ عمر بن المدائنی۔ عبد الرحمٰن بن بقا محمد التمال۔ عبد العزیز

بن کلف۔ عبدالکریم بن محمد المصیری۔ عبداللہ بن محمد بن الولید۔ عبدالمحسن بن دویدہ۔ محمد بن ابوالحسین۔ دلفُ الحیری۔ احمد بن الاسیفی محمد بن احمد المؤذن یوسف ہبۃ اللہ الدمشقی۔ احمد بن مطیع۔ علی بن تفیس المامونی۔ محمد بن اللیث الضریر شریف احمد بن منصور۔ علی بن ابوبکر بن ادریس۔ محمد بن نصرہ۔ عبداللطیف بن الحرانی۔ رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہم۔

اجتہاد و استدلال محمد بن حسینی الموصلی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد ماجد سے سُنا ہے کہ غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مدرسہ میں ہر روز دن کو تفسیر و حدیث و اصول علم الصرف و نحو وغیرہ کا درس دیتے تھے اور بعد ظہر ترجمۃ القرآن کا آخر وقت میں فروعات مذہبی و اخلاقیات وادب وغیرہ پر درس دیا کرتے تھے۔ قرآن مجید کی آیات کی شان نزول اور وجوہات پر ایسے دلائل پیش کیا کرتے تھے کہ بڑے بڑے آئمہ دین و دانائے دین متین ششدر و متحیر ہو جاتے تھے۔

حافظ ابوالعباس احمد بن احمد اللہ بنجی فرماتے ہیں کہ ایک روز میں اور شیخ جمال الدین علیہ الرحمۃ (جو اس وقت کے علامہ دہر تھے) غوث الاعظم شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں شامل ہوئے آپ اس وقت ترجمۃ القرآن کا درس دے رہے تھے قاری نے قرآن مجید کی ایک آیت تلاوت کی اور آپ نے جب اسکے وجوہات بیان فرمانا شروع کئے تو میں نے پہلی ہی وجہ پر شیخ جمال الدین رح سے پوچھا کیا آپ کو یہ وجہ معلوم ہے؟ انھوں نے جواب دیا ہاں معلوم ہے پھر جناب غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری وجہ بیان فرمائی تو میں نے جمال الدین رح

سے پھر پُوچھا۔ کیا اس وجہ کا بھی آپ کو علم ہے؟ اُنہوں نے کہا ہاں ہے اسی طرح حضور غوث الاعظم نے یکے بعد دیگرے اس ایک ہی آیت کی جب تک گیارہ وجوہات بیان فرمائیں اور میں جمال الدین سے بھی ان وجوہات کی نسبت پُوچھتا رہا۔ اور وہ بھی ان کے معلوم ہونے کا اقرار کرتے رہے لیکن جب بارہوں وجہ غوث الاعظم نے بیان فرمائی اور میں نے جمال الدین رہ سے اس کے متعلق دریافت فرمایا تو اُنہوں نے اس وجہ کے واقف ہونے سے انکار کر دیا۔ علیٰ ہذا جناب غوث الاعظم رہ نے اس ایک ہی آیت قرآن مجیدہ کی ۴۰ وجوہات بیان فرمائیں۔ مگر سوائے گیارہ وجوہات کے باقی ۲۹ وجوہات کا شیخ جمال الدین علیہ الرحمۃ کو اب تک علم نہ تھا۔

اس کے بعد حافظ ابوالعباس فرماتے ہیں کہ میں نے غوث الاعظم رہ کی اس وسعت علم پر نہایت متعجب ہو کر کہا کہ ہم قال کو چھوڑ کر حال کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ کہنا تھا کہ مجلس میں اضطراب کی کیفیت پیدا ہو گئی اور شیخ جمال الدین کے دل پر تو اس وسعت علم کا اس قدر اثر ہوا کہ انہوں نے جذبہ میں آ کر اپنے تمام کپڑے پھاڑ ڈالے۔

اسی طرح مسائل دینیہ کے فتاوٰی میں بھی آپ کے اجتہاد و استدلال و قیاس کے بڑے بڑے آئمہ و مفتی دین متین قائل تھے۔

آپ شافعی و حنبلی دونوں طریقوں سے فتاوٰی کے جواب تحریر فرمایا کرتے تھے۔ عمر البزاز کا بیان ہے کہ بلاد عراق کے سوا دیگر تمام بلاد اسلامیہ سے آپ کے پاس جو فتوے آیا کرتے ان میں آپ کو غور و فکر کرنے کی ضرورت ہرگز لاحق

نہ ہُوا کرتی تھی بلکہ فتوے پڑھتے ہی فوراً اسی وقت جواب لکھ دیا کرتے تھے
چنانچہ آپ کے صاحبزادہ شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے
کہ ایک مرتبہ علماء کرام کے سامنے ایک عجیب وغریب فتویٰ پیش ہُوا۔ وہ
فتوے یہ تھا :۔

" اکابر علماء شریعت کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے طلاق ثلاثہ کے ساتھ اسبات پر قسم کھائی ہے کہ وہ کسی ہفتہ میں ایک ایسی عبادت کرے گا جس عبادت میں وہ تمام دنیا کے مسلمانوں میں منفرد ہو۔ لہذا وہ کونسی عبادت ہے جس کو انجام دے کر وہ اپنی بیوی کو طلاق ثلاثہ سے محفوظ رکھ سکے "

مطلب یہ کہ سائل کسی ہفتہ میں ایسی عبادت کرنی چاہتا ہے جو کسی مسلمان نے اب تک نہ کی ہو۔ اگر سائل ایسا نہ کر سکے تو میری عورت کو تین طلاق ہیں "

اس فتوے کے جواب میں بڑے بڑے علماء زمانہ وفضلائے یگانہ حیران تھے کہ کیا جواب لکھیں اور اس مشکل کو کیسے حل کریں۔ ایسی کونسی عبادت خاص ہو سکتی ہے جو اس ہفتہ خاص میں دنیا کا کوئی مسلمان انجام نہ دے سکے ۔ لیکن جب یہ فتوے آپ کے پاس آیا تو آپ نے اُسی وقت بغیر کسی تردد کے فوراً اس پر یہ جواب رقم فرمایا :۔

سائل مکہ معظمہ میں جائے ، اور جس ہفتہ میں اپنی مخصوص عبادت

انجام دینا چاہے تو پہلے حرم شریف میں ہفتہ بھر کے لئے ایسا انتظام کرے کہ اس ہفتہ مخصوصہ میں کوئی شخص حرم شریف کا طواف نہ کر سکے۔ اور پھر اس ہفتہ میں خود سات بار کعبہ شریف کا طواف کرے۔ تاکہ یہ عبادت صرف سائل کے لئے ہی مخصوص ہو۔ دنیا کا کوئی مسلمان ایسی عبادت میں اس کا شریک نہ ہو"

چنانچہ اس طرز عمل سے سائل اپنی مخصوصہ عبادت انجام دے کر اپنی قسم کو بھی اُتار سکتا ہے اور اس کی بیوی طلاق سے بھی مامون ومحفوظ رہ سکتی ہے"

اسی طرح تینتیس ۳۳ سال تک آپ اپنے اجتہاد و درس سے لوگوں کو مستفید کرتے رہے۔

وعظ و نصائح

آپ کے صاحبزادہ عبدالوہابؒ صاحب کی روایت ہے کہ آپ ہر ہفتہ میں تین بار وعظ فرمایا کرتے تھے۔ بروز سہ شنبہ شب کیوقت اور بروز جمعہ دن کے وقت اپنے مدرسہ میں۔ اور بدھ کی صبح کو اپنے مہمان خانہ میں۔

آپ کا وعظ سننے کے لئے عام لوگوں کے اژدہام میں طالبانِ علم۔ بڑے بڑے علماء وفقہاء کرام ومشائخ عظام علیہم الرحمۃ بھی کثرت سے تشریف لاتے اور آپ کے فرمودات کو نقل کرنے کے لئے کم از کم چار سو دواتیں استعمال ہوتی تھیں۔

۱۲۲۱ھ تا ۱۲۶۱ھ یعنی چالیس سال تک آپ نے اپنے جن مواعظ حسنہ سے مخلوق الٰہی کو تلقین کی ان میں سے چند ایک بقول سے مشتے از خروارے یہاں نقل کر دیئے جاتے ہیں۔

چنانچہ ہر ایک وعظ سے قبل آپ بالعموم یہ خطبہ پڑھتے تھے :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ	ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے
عَلٰى عَدَادِ خَلْقِهٖ وَزِنَةَ	جو تمام عالم کا پروردگار ہے اس کی تعریف
عَرْشِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَ	اسقدر جسقدر کہ اسکی مخلوقات ہے اُسکے عرش
مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ وَمُنْتَهٰى	کے برابر اور جسقدر وہ پسند کرے اور اسکے کلمات
عِلْمِهٖ وَجَمِيْعِ مَا شَآءَ	کے برابر اور اس کے منتہائے علم کے برابر اور جتنی کہ وہ
وَخَلَقَ وَذَرَاَ وَبَرَاَ عَالِمِ	اپنے لئے چاہے اور جسقدر کہ اس نے پیدا کیا اور
الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الرَّحْمٰنِ	پھیلایا اور بنایا، وہ ہر ظاہر و باطن کا جاننے والا
الرَّحِيْمِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ	ہے وہ نہایت مہربان رحم والا ہے، بادشاہ پاک
الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ، وَاَشْهَدُ	ذات سب پر غالب اور سب سے بڑھکر حکمت والا ہے
اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ	اور گواہی دیتا ہوں میں کہ سوائے اس کے کوئی معبود نہیں
لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ	وہ اکیلا ہے اسی کیلئے بادشاہت ہے اور اسی کے
وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ	لئے سب تعریف ہے وہ ہی جلاتا اور مارتا ہے اور وہ
بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	خود ایسا زندہ ہے کہ اسکو موت نہیں۔ اسی کے ہاتھ

قَدِيْرٌ ۵ وَلَا نِدَّ لَهٗ وَ لَا
شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ
وَلَا عَوْنَ وَ لَا ظَهِيْرًا
اَلْوَاحِدُ الْاَحَدُ الْفَرْدُ
الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ
وَلَمْ يُوْلَدْ ۵ وَ لَمْ يَكُنْ
لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۵ لَيْسَ
بِجِسْمٍ فَيَسْمَنَ وَلَا جَوْهَرٍ
فَيُحَسَّ وَلَا عَرَضٍ فَيَكُوْنُ
مُنْتَقِصًا هُنَالِكَ وَ لَا
وَزِيْرَ لَهٗ وَلَا مُشَارِكَ
جَلَّ اَنْ يَّشْبَهَ بِمَا صَنَعَهٗ
اَوْ يُضَافُ لِمَا اخْتَرَعَهٗ
لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ
السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ وَاَشْهَدُ
اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
وَحَبِيْبُهٗ وَخَلِيْلُهٗ وَ
صَفِيُّهٗ وَنَجِيُّهٗ وَخِيَرَتُهٗ

میں بھلائیاں ہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت
رکھتا ہے۔ نہ کوئی اسکا ہمسر ہے نہ شریک نہ
وزیر ہے نہ معاون ومددگار، وہ اکیلا تنہا بے
نیاز ہے وہ وہ ہے کہ نہ وہ کسی سے نہ اُس سے
کوئی پیدا ہُوا ہے اور نہ کوئی اس کے برابر ہے
نہ وہ جسم ہے کہ گھٹ بڑھ سکے نہ جوہر ہے کہ
محسوس کیا جا سکے، نہ وہ عرض ہے کہ اس میں
نقصان جگہ پا سکے، اس کا کوئی مشیر ہے نہ وزیر
وہ اس سے بالا تر ہے کہ اس کی بنائی ہوئی شے
کوئی اور بنا سکے یا اُس کی بنائی ہوئی کسی شے
سے اُسکو تشبیہ دی جا سکے۔ یا اُس کے
اختراعات کی طرف اُسے نسبت کی جا
سکے۔ اس جیسی کوئی شے نہیں، اور
وہ ہر ایک کی سنتا ہے اور ہر ایک کو
دیکھتا ہے۔ اور گواہی دیتا ہوں میں
کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے
بندے اور اس کے رسول اور اس کے
دوست اور اس کے پسندیدہ و
منتخب شدہ ہیں +

مِنْ خَلْقِهٖ اَرْسَلَهٗ	اور تمام خلقت سے بزرگ تر ہیں جس نے
بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ	آپ کو کمال ہدایت اور حق کے ساتھ
لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ	دنیا میں بھیجا تاکہ آپ کے دین کو
كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ	تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ
اَللّٰهُمَّ ارْضَ عَنِ الرَّفِيْعِ	مشرکین اُسے ناپسند کریں۔ اے
الْعِمَادِ الطَّوِيْلِ النِّجَادِ الْمُؤَيَّدِ	اللہ تو اُن سے راضی ہو جو اُونچے
بِالتَّحْقِيْقِ الْمُكَنّٰى بِالْعَتِيْقِ	گھرانے کے بڑے پرتلے والے ہیں
الْخَلِيْفَةِ الشَّفِيْقِ الْمُسْتَخْرَجِ	جن کی تائید حق نے کی۔ جن کی کنیت
مِنْ اَطْهَرِ اَصْلٍ عَرِيْقٍ	عتیق تھی جو کہ نہایت مہربان
الَّذِىْ اسْمُهٗ بِاسْمِهٖ	خلیفہ تھے جن کی اصل پاک خمیر
مَقْرُوْنٌ وَجِسْمُهٗ مَعَ	سے تھی۔ جن کا نام حضور سرور
جِسْمِهٖ مَدْفُوْنٌ الْاِمَامِ	عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کیساتھ
اَبِىْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ رَضِىَ	مقرون اور جن کا جسم آپ کے جسم اطہر
اللّٰهُ عَنْهُ وَعَنِ الْقَصِيْرِ	کے پاس مدفون ہے یعنی امام ابی
الْاَمَلِ الْكَثِيْرِ الْعَمَلِ	بکر صدیق راضی ہو ان سے اللہ تعالیٰ
الَّذِىْ لَا خَامَرَهٗ وَجَلٌ	اور اُن سے جو حرص میں قصیر اور
وَلَا عَارَضَهٗ زَلَلٌ وَلَا	عمل میں کثیر تھے جن کو نہ کسی کا خوف تھا نہ
دَاخَلَهٗ مَلَلٌ الْمُؤَيَّدِ	اُنسے لغزش سرزد ہوتی تھی نہ اُنکی طبیعت میں
بِالصَّوَابِ الْمُلْهَمِ الْفَصْلَ	کبھی ملال آتا تھا جنکی تائید برحق تھا، جو الہام

الْخَطَّابِ حَبِيْبِ الْمِحْرَابِ
الَّذِیْ وَافَقَ حُکْمُهٗ
نَصَّ الْکِتَابِ الْاِمَامِ
اَبِیْ حَفْصٍ عُمَرَ ابْنِ
الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ
عَنْهُ وَعَنْ مُجَهِّزِ جَیْشِ
الْعُسْرَةِ وَعَاشِرِ الْعَشَرَةِ
مَنْ سَیِّدِ الْاِیْمَانَ
وَرَتَّلَ الْقُرْاٰنَ وَشَتَّتَ
الْفُرْسَانَ وَ ضَعْضَعَ
الطُّغْیَانَ مُزَیِّنِ الْمِحْرَابِ
بِاِمَامَتِهٖ وَالْقُرْاٰنِ
بِتِلَاوَتِهٖ اَفْضَلِ الشُّهَدَآءِ
وَاَکْرَمِ السُّعَدَآءِ الْمُسْتَحِیْ
مِنْهُ مَلٰئِکَةُ الرَّحْمٰنِ
ذِی النُّوْرَیْنِ اَبِیْ عَمْرٍو
وَعُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ رَضِیَ
اللّٰهُ عَنْهُ وَعَنِ الْبَطَلِ
الْبُهْلُوْلِ وَزَوْجِ الْبَتُوْلِ

سے فیصلے کرتے اور راہ راست پر
قائم تھے جن کا حکم بسا اوقات
موافق حکم خدا کے ہوتا تھا۔ یعنی امام
ابو حفص عمر بن الخطاب راضی ہو ان سے
اللہ تعالیٰ۔ اور اُن سے جو اسلامی لشکر
کی تیاریوں میں سرگرم تھے اور عشرہ
مبشرہ سے تھے۔ جنہوں نے ایمان کی جڑ
کو مضبوط کر دیا۔ (یعنی قرآن جمع کرکے اختلاف
قرات کو دور کر دیا) اور کلام خدا کو اس کی
تلاوت سے مزین کیا، جنہوں نے لشکر پھیلائے
اور سرکشی مٹائی۔ جنھوں نے محرابوں
کو اپنی امامت سے اور قرآن پاک کو
تلاوت سے زینت دی، وہ جو سب
شہیدوں سے برتر اور سب نیکوں سے
بزرگ تھے۔ جن کی شرم و حیا سے فرشتے
بھی شرماتے تھے۔ یعنی دو نور والے
عثمان بن عفّان راضی ہو اللہ تعالیٰ
اُن سے اور اُن سے جو دلیران قوم کے
پیشوا، زوج حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام

وَابْنِ عَمِّ الرَّسُوْلِ وَسَيْفِ
اللّٰهِ الْمَسْلُوْلِ قَالِعِ الْبَابِ
وَهَازِمِ الْاَحْزَابِ اِمَامِ
الدِّيْنِ وَعَالِمِهٖ وَقَاضِيْ
الشَّرْعِ وَحَاكِمِهٖ وَالْمُتَصَدِّقِ
فِي الصَّلٰوةِ بِخَاتَمِهٖ مُفْدِيْ
رَسُوْلِ اللّٰهِ بِنَفْسِهٖ وَ
وَمَظْهَرِ الْعَجَائِبِ الْاِمَامِ
اَبِي الْحَسَنَيْنِ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ
طَالِبٍ وَعَنِ السِّبْطَيْنِ
الشَّهِيْدَيْنِ الْحَسَنِ وَ
الْحُسَيْنِ وَعَنِ الْعَمَّيْنِ
الشَّرِيْفَيْنِ الْحَمْزَةِ
وَالْعَبَّاسِ وَعَنِ الْاَنْصَارِ
وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَعَنِ
التَّابِعِيْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ
اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ يَا رَبَّ
الْعٰلَمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَصْلِحِ
الْاِمَامَ وَالْاُمَّةَ وَالرَّعِيَّ وَ

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
کے چچیرے بھائی تھے۔ اللہ تعالیٰ
کی برہنہ تلوار، قلعوں کے
دروازوں کو توڑنے والے، اور
دشمنوں کے لشکروں کو شکست
دینے والے۔ دین کے امام اور
اس کے عالم، قاضی، حاکم شرع
نماز کو اس کے پورے ارکان و
آداب کے ساتھ ادا کرنیوالے
رسول اللہ پر اپنی جان فدا کرنے
والے مظہر العجائب امام ابی الحسنین
علیؑ ابن ابی طالب۔ اور رسول
اللہ کے نواسوں دونوں شہید و
حسن اور حسین سے راضی ہو، اور آپ
کے دونوں شریف چچا حمزہ اور عباس سے
اور تمام انصار اور مہاجرین سے اور ان سے
جو قیامت تک آپ کے راستے پر چلیں
اور آپکے پیرو کامل ہو رہیں اے رب
العلمین امام اور امت اور حاکم اور رعیت

وَالرَّحْمَةَ وَأَلِّفْ بَيْنَ
قُلُوبِهِمْ فِي الْخَيْرَاتِ وَ
ارْفَعْ شَرَّ بَعْضِهِمْ عَنْ بَعْضٍ
اَللّٰهُمَّ وَأَنْتَ الْعَالِمُ بِسَرَائِرِنَا
فَأَصْلِحْهَا وَأَنْتَ الْعَالِمُ
بِعُيُوبِنَا فَاسْتُرْهَا وَ
أَنْتَ الْعَالِمُ بِحَوَائِجِنَا
فَاقْضِهَا لَا تَرَانَا حَيْثُ
نَهَيْتَنَا وَلَا تَفْقِدْنَا
حَيْثُ أَمَرْتَنَا وَأَعِزَّنَا
بِالطَّاعَةِ وَلَا تُذِلَّنَا بِا
لْمَعْصِيَةِ وَاشْغَلْنَا
بِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ
وَاقْطَعْ عَنَّا كُلَّ قَاطِعٍ
يَقْطَعُنَا عَنْكَ وَأَلْهِمْنَا
ذِكْرَكَ وَاشْكُرْ لَكَ
وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ لَا إِلٰهَ
إِلَّا اللّٰهُ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ
وَمَا لَمْ يَشَآءْ لَمْ يَكُنْ مَا

دونوں کو صلاحیت نصیب کر اُن کے
دلوں میں ایک دوسرے کی محبت ڈال،
اُنہیں نیکی کی توفیق عطا کر، ہر ایک کو دوسرے
کے شر سے بچا، اے اللہ تو ہمارے
پوشیدہ رازوں سے آگاہ ہے اُن
کی اصلاح کر دے اور تو ہمارے
گناہوں سے واقف ہے ان کو معاف
کر دے اور تو ہمارے عیوب کا جاننے والا
والا ہے ان کو چھپا دے اور ہماری ضرورتوں
کو جانتا ہے اُن کو پورا کر دے جن باتوں
کو تو نے ہمکو منع کیا ہے اُن سے ہمکو باز
رکھ اور اپنے احکام کے پورا کرنیکی توفیق
عطا کر طاعت و عبادت کی عزت نصیب
کر۔ اور گناہوں کی ذلت سے بچا رکھ اپنے
ماسوا سے چھڑا کر اپنی طرف لگا لے۔ جو
چیز ہمکو تجھ سے دور کرنیوالی ہے اس سے
بچا لے اپنے ذکر و شکر کا طریقہ سمجھا اور حسن
عبادت عنایت فرما کوئی عبادت کے لائق نہیں
مگر اللہ جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے اور وہی ہو

شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا	ہے جو وہ چاہتا ہے کسی کو طاقت نہیں مگر اللہ
بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ	برتر کی اعانت جو بزرگی اور عظمت والا ہے اے
اَللّٰهُمَّ لَا تُحْيِنَا فِيْ	اللہ ہمکو غفلت کی زندگی نہ دے اور نہ ہمارے
غَفْلَةٍ وَّلَا تَاْخُذْنَا	دھوکے میں پڑ جانے پر تو ہم سے مواخذہ
عَلٰى غِرَّةٍ رَبَّنَا لَا	کرے اے پروردگار جو ہم بھول جائیں یا
تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا	چوک جائیں تو ہمکو اس کے وبال میں نہ پکڑیے
اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا	اے پروردگار جو لوگ ہم سے پہلے گزرے
تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا	ہیں جسطرح تو نے ان پر ان کے گناہونکی
كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى	پاداش میں بوجھ ڈالا تھا ہم پر نہ ڈالنا۔
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا	اے رب اتنا بوجھ جس کے اٹھانیکی طاقت ہمکو
وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ	نہ ہو ہم سے نہ اٹھوا اور ہمارے قصوروں سے
لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا	درگذر کر۔ اور ہمارے گناہونکو معاف کر۔
وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا	اور ہم پر رحم فرما۔ توہی ہمارا مددگار ہے
اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا	پس تو ان لوگوں کے مقابلے میں جو کافر
عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ	ہیں ہماری مدد کر۔ آمین ثم آمین

اس خطبہ مسنونہ کے بعد ایک روز

پیدائش انسان کے متعلق فرمایا:۔

سبحان اللہ! خالق کون و مکان نے انسان کو کس بہترین صورت سے

پیدا کیا۔ اس ضعیف البنیان کے وجود میں اپنی کیا کیا حکمتیں ظاہر فرمائیں۔ تَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ یعنی پاک ہے وہ اللہ جو بہتر سے بہتر مخلوق بنانے والا ہے۔

اگر انسان اپنی خواہشات میں منہمک رہنے کی عادت ترک کر دے تو بے شک وہ اپنی فضیلت عقل کے باعث اپنی عادت بشریت کو خصلت فرشتہ سے تبدیل کر سکتا ہے۔ اگر انسان میں کثافت طبعی نہ ہوتی تو نہایت لطیف ہوتا۔ اس کا قلب ایک ایسا خزانہ ہے جس میں جمیع اسرار و اصناف غیب موجود ہیں اس کا وجود ایک ایسا مکان ہے جو نور و ظلمت سے اٹا پڑا ہے اس کی رُوح اور اس کی آنکھیں اُن حجابات سے محجوب ہیں جو ہر قسم اور ہر طبع کی مادی کثافتوں سے آلودہ ہیں۔ اسی حجاب نوری کے باعث اللہ تعالیٰ نے اُسے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ کے لباس سے متفخر فرمایا۔ اور اس کا یہی حسن و جمال فرشتوں پر ظاہر فرما کر اُسے عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ کے اشارہ سے ممتاز فرمایا۔

اس کے جسم کی کثیف نعتیں ارواح لطیفہ سے بھرپور ہیں جو دریائے وجود میں علم کی کشتیوں پر سوار ہو کر ہوائے رُوح کے ذریعہ مجاہدہ و ریاضت کے سمندر کی طرف جا رہی ہیں۔ اس کے میدان وجود میں سپہ سالار نفس ہے جو اپنے اپنے لشکر جذبات کے ساتھ ایک دوسرے سے جنگ کرنے کے لئے ہر وقت مستعد و تیار ہیں۔

سپہ سالار روح اور اس کے لشکر کا سلطان شہر عقل ہے۔ اور سپہ سالار نفس کا سلطان شہر خواہش ہے۔ ان دونوں شاہان عقل و خواہش کے

لشکروں میں مؤذن ارشاد الٰہی پکار پکار کر یہ کہہ رہا ہے کہ اے لشکرِ عقل کے جوانمردو آگے بڑھو۔ اور اے لشکرِ خواہش کے بہادرو سامنے آؤ۔ اس ارشاد الٰہی کے مطابق دونوں لشکر برسرِ پیکار ہوئے اور ایک دوسرے پر فتح حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کے داؤ فریب کرنے لگے۔ لیکن توفیق الٰہی زبانِ حال سے کہہ رہی ہے کہ دونوں لشکروں میں سے خواہ کوئی کتنی ہی جدوجہد کرے تاوقتیکہ جس کو میری مدد حاصل نہ ہو ہرگز فتحیاب نہیں ہو سکتا۔ جس کی میں مدد کروں گی صرف اسی کی ہمیشہ رفاقت کروں گی اور وہی دنیا و آخرت میں سعید کہلائے گا۔ چنانچہ یہ توفیق الٰہی و تائید ایزدی اللہ تعالیٰ کے اس فضل و کرم کا نام ہے جس کو وہ اپنے اولیاء کرام (رحمہما اللہ تعالیٰ) کے شاملِ حال رکھتا ہے۔

پس اے لوگو! نفس کی پیروی چھوڑ کر عقل کی متابعت کرو۔ تاکہ سعادت ابدی حاصل کر سکو اور قدرت الٰہی پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے روح کو (جو سماوی اور عالم غیب سے ہے) اور نفس کو (جو ارضی و عالم شہود سے ہے) اکھٹا کر دیا ہے۔ اب چاہے تو یہ طائر لطیف عنایت الٰہی کے بازوؤں سے اس کثیف پنجرے کو چھوڑ کر شجر قدس میں اپنا آشیانہ بنائے اور تقرب الٰہی کی شاخوں پر بیٹھ کر لسان شوق سے چہچہائے۔ میدان معارف سے جواہرات حقائق چننے اور نفس کثیف کو ظلمتِ وجود میں پڑا رہنے دے۔ جب اجسام خاکی فنا ہو جائیں گے اور اسرار قلوب باقی رہیں گے تو اگر توفیق الٰہی ایک لمحہ بھر بھی تمہارے شامل حال ہو جائے تو اس کی ایک نظر توجہ ہی تمہیں

مقام عرش تک پہنچا دے اور تمہارے دل میں حقائق علوم بھر کر اُسے اسرار معرفت کا خزینہ بنا دے اس وقت تمہیں عقل کی آنکھوں سے جمالِ ازل نظر آجائے گا پھر تم ہر ایک اُس شئے سے جو کہ صفات حادثہ سے متصف ہوگی اعراض کروگے تقرب الٰہی کے آئینہ میں مقام راز کی آنکھوں سے تمہیں عالم ملکوت نظر آئے گا، اور مجلس کشف حقائق میں دل کی آنکھوں سے فتح کے جھنڈے نظر آنے لگیں گے۔ آثار اکوان ظاہری تمہارے لوح دل سے محو ہو جائیں گے ۔

اے لوگو ! یاد رکھو کہ ظلمت افکار میں جوانمردوں کا چراغ ان کی عقل ہوتی ہے وہ ارباب معارف وحقائق کی رہنما و دلیل ہے۔ کہ جس سے بوقت ہجوم وہم وگمان عقلمند چہروں سے نقابِ شکوک اُٹھ جاتے ہیں اور دلیلیں ناقص رہ جاتی ہیں اس وقت توفیق الٰہی شامل حال ہوکر افکار باطلہ کو مٹا دیتی ہے۔

اسی طرح ایک روز

اسمِ اعظم کے متعلق فرمایا:-

اللہ کا اسم ہی اسم اعظم ہے۔ لیکن اس کا اثر جب ہی ہو سکتا ہے کہ پڑھنے والے کے دل میں بجز اللہ کے اور کچھ نہ ہو۔ اس میں شک نہیں کہ معارف کی بسم اللہ بمنزلہ حکم کن کے ہے۔

یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی شے کو موجود کرنا چاہے تو اس کی نسبت اللہ تعالےٰ جب کُنْ (ہوجا) فرماتا ہے تو وہ چیز موجود ہو جاتی ہے۔ بس یہی حال معارف کی بسم اللہ کا ہے ۔

اے لوگو! ہمیشہ یاد رکھو کہ اللہ وہ کلمہ ہے جو ہر مہم کو آسان اور ہر غم و اندوہ دُور کر دیتا ہے۔ یہ وہ کلمہ جو زہر کے اثر کو بھی زائل کر دیتا ہے۔ یہی وہ کلمہ ہے جس کا نور عام ہے۔ غرضیکہ اللہ ہر غالب پر غالب اور مظہر العجائب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سلطنت تمام سلطنتوں سے زبردست ہے اللہ اپنے بندوں کے حال سے خبردار اور ان کے دل کے تمام رازوں سے واقف ہے۔ اللہ تمام سرکشوں کو پست کرنیوالا اور تمام زبردستوں کا زور توڑ دینے والا ہے اللہ عالم الغیب والشہادۃ ہے اللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں۔

بس جو اللہ کا ہے وہ اللہ کی حفاظت میں ہے جو اللہ کو دوست رکھتا ہے وہ کسی غیر کو دوست نہیں رکھتا۔ جو اللہ کی راہ میں قدم رکھتا ہے وہ اس تک پہنچ جاتا ہے اور اُس کے سایۂ عاطفت میں ہی اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔ جو اللہ کا مشتاق ہوتا ہے وہی اللہ تعالیٰ سے انسیت رکھتا ہے۔ جو اللہ کیلئے اغیار کو چھوڑتا ہے اس کے اوقات اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی گذرتے ہیں۔ اللہ کی بارگاہ میں ہی ہر وقت اسی سے التجا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے بھاگنے والو! اب بھی تم اس کی طرف آؤ۔ تم اس عالمِ فنا میں جب اُس کا نام سُن رہے ہو تو غور کرو کہ عالمِ بقا میں اس کے جمال کا کیا شہرہ ہوگا۔ جب دارِ محنت میں تمہارے یہ کچھ ہے تو دارِ نعمت میں کیا کچھ نہ ہوگا۔ اب بھی خدا کا نام لو۔ اس کے در پر حاضر ہو کر اُسے پکارو۔ پھر جب حجاب اُٹھ جائے گا تو لوگ مشاہدہ میں ہونگے اور وصال کے دریا بہ رہے ہوں گے۔

اللہ کے دوست کی مثال اس پرندے ایسی ہے جو درخت کی شاخ پر

جیئڈ کر ہر وقت اپنے دوست کی یاد میں نغمہ سرا رہے۔ بلکہ شب کو ذرہ بھر کے لئے بھی اپنی آنکھ نہ لگائے تاکہ اس طریق عمل سے اس کا شوق محبت روز افزوں رو بہ ترقی ہو۔

اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ کو تسلیم و رضا سے یاد کرو۔ وہ تم کو بہترین حال سے یاد فرمائے گا۔ جیسے کہ اللہ تعالےٰ نے فرما دیا ہے وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔ یعنی جو خدا پر بھروسہ کرے تو خدا اُس کے لئے کافی ہے لہٰذا تم اُسے شوق و اشتیاق سے یاد کرو۔ وہ تمہیں اپنے تقرب و وصال سے یاد کرے گا۔ اگر تم اُسے حمد و ثنا سے یاد کرو تو وہ تمہیں اپنے انعامات و احسانات سے یاد کرے گا۔ تم اُسے توبہ سے یاد کرو وہ تمہیں اپنی بخشش اور مغفرت سے یاد کرے گا۔ تم اگر بغیر غفلت کے یاد کرو وہ تمہیں بغیر مہلت کے یاد کرے گا۔ تم اُسے ندامت سے یاد کرو۔ وہ تمہیں بزرگی و کرامت سے یاد کرے گا۔ تم اُسے اگر معذرت سے یاد کروگے تو وہ تمہیں مغفرت سے یاد کرے گا۔ تم اُسے خلوص و اخلاص سے یاد کروگے تو وہ تمہیں خلاصی و رہائی سے یاد کرے گا۔ تم اُسے اگر صدق دل سے یاد کروگے تو وہ تمہاری تمام مصیبتیں دُور کرنے کے ساتھ تمہیں یاد کرے گا۔ تم اُسے اگر تنگ دستی میں یاد کروگے تو وہ تمہیں فراغ دستی کے ساتھ یاد کرے گا۔ تم اُسے استغفار کے ساتھ اگر یاد کروگے۔ تو وہ غنی رحمت بخشش کے ساتھ یاد کرے گا۔ تم اُسے اسلام کے ساتھ یاد کرو تو وہ تمہیں انعام و اکرام کے ساتھ یاد کرے گا۔ تم اُسے فانی ہو کر اگر یاد کرو تو وہ تمہیں بقا کے ساتھ یاد کرے گا۔ تم اُسے عاجزی سے یاد کرو

تو وہ تمہاری لغزشیں معاف کرنے کے ساتھ تم کو یاد کرے گا۔ تم اُسے صدق سے یاد کروگے تو وہ تمہیں رزق سے یاد کرے گا۔ تم اُسے تعظیم سے یاد کرو تو وہ تمہیں تکریم سے یاد کرے گا۔ تم اُسے ظلم وجفا ترک کرنے کے ساتھ اگر یاد کروگے تو وہ تمہیں وفا کے ساتھ یاد کرے گا۔ اگر تم اُسے ترک معصیت وخطا کے ساتھ یاد کروگے تو وہ تمہیں بخشش وعطا کے ساتھ یاد کرے گا۔ تم اُسے عبادت واطاعت کے ساتھ یاد کرو تو وہ تمہیں اپنی پوری نعمتوں کے ساتھ یاد کرے گا۔

غرضیکہ تم اُسے ہر وقت اور ہر جگہ یاد رکھو تاکہ وہ بھی تمہیں یاد رکھے۔ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ بِمَا تَصْنَعُونَ ۝ یعنی اللہ کا ہی ذکر (سب) ذکروں سے افضل ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔"

~~~~~~ ✿ ~~~~~~

اسی طرح ایک روز فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ خالق کُل ہے۔ ہم سے قریب ہے اس کا علم تمام چیزوں پر حاوی۔ اس کی رحمت سب پر عام ہے اس نے اپنی حکمت کاملہ سے تمام امور مقدر کر دیئے ہیں اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جو لوگ اس کی مخلوقات میں سے کسی کو اس کے برابر (نعوذ باللہ منہ) یا اس کا مشیر وزیر جانتے ہیں وہ جھوٹے ہیں کیونکہ اُس نے خود فرمایا ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُونَ (وہ ان تمام باتوں سے پاک بالا وبرتر ہے) وہ ظاہر باطن کل چیزوں کا جاننے والا اپنے بندوں پر مہربانی ونرمی کرنے والا ہے وہ مالک علی الاطلاق ہے۔
~~~~~~

تمام عیوب سے پاک۔ سب پر غالب اور سب سے زیادہ حکمت والا ہے وہ تنہا ہے وحدہٗ لاشریک ہے۔ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ نہ وہ خود کسی سے ہُوا اور نہ کوئی اس سے پیدا ہُوا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ کوئی چیز بھی اس جیسی نہیں وہ سب کی سنتا اور سب کچھ دیکھتا ہے۔ نہ کوئی اس کی تشبیہ ہے نہ اس کا کوئی نظیر۔ نہ کوئی معاون نہ مددگار۔ نہ وزیر نہ نائب۔ نہ وہ کوئی شئے ہے جسے کوئی چھو سکے۔ نہ کوئی جوہر ہے کہ جلا پائے۔ نہ عرض ہے کہ فنا ہو جائے۔ نہ وہ ذی ترکیب وتالیف ہے نہ ذی ماہیت کہ محدود ہو سکے۔ نہ وہ طبائع میں سے کوئی طبیعت ہے نہ طلوع ہونے والی چیزوں میں سے کوئی طالع ہے۔

نہ ظلمت ہے کہ ظاہر ہو نہ نور ہے کہ روشن ہو تمام چیزیں اس کے علم میں حاضر ہیں لیکن بغیر اس کے کہ وہ چیزیں اس سے متمزج ہوں وہ سب کو دیکھ رہا ہے۔ مگر بغیر اس کے کہ کوئی اس کو چھو سکے۔ وہ قاہر وحاکم ہے وہی سب کا معبود ہے ہمیشہ سے زندہ ہے۔ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ نہ اُسے موت ہے نہ فنا وہ حاکم اور عادل ہے وہ قادر رحیم غافر (مغفرت کرنیوالا) ستّار (عیب پوش) خالق ورازق ہے۔ اس کی سلطنت ابدی۔ اس کی عظمت دائمی ہے۔ اسمائے حُسنٰی اس کے نام صفات عالیہ اُس کی صفات ہیں۔ اور نہ وہ کسی کے وہم وخیال میں آسکتا ہے اور نہ کسی کے فہم وقیاس میں سما سکتا ہے۔

سے   اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہر چہ دیدہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم

عقلیں اس کی حقیقت و علت دریافت کرنے سے عاجز۔ اور ذہن رسا اس کی کُنہ معلوم کرنے سے قاصر ہے۔ نہ وہ تمثیل میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ نہ کسی چیز کی طرف منسوب ہو سکتا ہے۔ ہر سانس اس کے شمار میں اور ہر عمل و فعل اس کی گنتی میں ہے۔ ے لَقَدْ اَحْصَاهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا۔ كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا۔ یعنی اس نے زمین و آسمان کی کل چیزوں کو شمار کر رکھا ہے۔ اور روز قیامت بھی اس کے روبرو ہر ایک شخص ایک ایک کر کے حاضر ہوگا۔" وہ اپنی مخلوق کو کھلاتا ہے خود نہیں کھاتا سب کو روزی دیتا ہے مگر خود اسے روزی کی ضرورت نہیں وہ جو چاہے سو کرتا ہے کوئی اس کو پوچھنے والا نہیں ہے اس نے بغیر کسی فکر و خیال بلا نظیر و مثال محض اپنے ارادہ سے مخلوقات پیدا کی۔ مگر نہ کسی فائدہ کی غرض سے نہ کسی ضرورت کے لحاظ سے۔ بلکہ صرف اپنی مرضی سے۔ کیونکہ وہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے جیسے کہ خود فرماتا ہے ذُوالْعَرْشِ الْمَجِيْدُ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ۔ یعنی بزرگ و برتر عرش والا ہے اور جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔

وہ اپنی قدرت کاملہ کے تغیر و تبدل میں منفرد ہے ہر روز وہ ہر کام میں رہتا ہے جیسے کہ وہ خود فرماتا ہے كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ۔ جو کچھ اس نے مقدر کر دیا اسے وقت مقررہ پر وہی جاری کرتا ہے۔

اس کی قدرت کی کوئی حد نہیں۔ وہ مدبر ہے اس کا کوئی ارادہ پوشیدہ و ناقص نہیں۔ وہ یاد رکھنے والا ہے بھولنے والا نہیں۔ قیوم و ہوشیار ہے اس میں غفلت و سہو نہیں حلیم و بردبار ہے۔ اپنے بندوں کو گرفت کرنے والا ہے لیکن جلدی نہیں کرتا۔ اور جب گرفت کرتا ہے تو پھر مہلت نہیں دیتا۔ وہی کشائش کرتا ہے اور وہی تنگی دیتا ہے وہی غصہ ہوتا ہے وہی نرمی بھی کرتا ہے۔ پیدا کرنے والا بھی اور فنا کرنے والا بھی۔ وہ ایسا پروردگار ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے افعال اپنے حسب ارادہ جاری کرائے اس کا علم۔ علم حقیقی ہے نہ کوئی اس سے مشابہ ہے نہ کوئی اس کی مثال ہے۔ ہر شے کا قیام اس کے قیام سے اور ہر ایک کی زندگی اس کی حیات سے مستفاد ہے

فکر اس کے میدان عظمت میں تھک کر گر جائے۔ فہم اس کے جلال کی وحشت سے بیکار ہو جائے۔ تاہم اس کی تقدیس و عظمت کی کنہ دریافت کرنے کی (ماسوائے توحید) کوئی راہ نظر نہ آئے۔ عقل و دماغ۔ فہم و ذہن اس کا راز معرفت سمجھنے سے قاصر ہیں۔ آنکھیں اس کے نور تقا کے سامنے نہیں کھل سکتیں تاکہ اس کی حقیقت احدیت کو معلوم کر سکیں۔ صرف اس کی صنعت ہی اس کی قدرت کو ظاہر کرتی ہے۔ اگرچہ جو کچھ آسمان و زمین کے درمیان ہے اور جو کچھ کہ زمینوں کے نیچے اور سمندروں کی گہرائی میں ہے، جو کچھ بالوں، رونگٹوں، درختوں کی جڑوں کے نیچے ہے سب کا اسی کو علم ہے کوئی شئے بھی اس کے علم سے خارج نہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا۔ اس کی پوری کیفیت و تقدس و عظمت سے ہم کسی طرح بھی واقف نہیں

ہو سکتے۔ صرف وہ اپنی صفات مخلوقات پر ظاہر کرتا ہے۔ تاکہ وہ اُسے اپنا خالق جانیں۔ اور اس کے وجود کا اقرار کریں غرضیکہ :-

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

وہی شروع سے ہے وہی آخر تک رہے گا۔ وہ اپنی قدرتوں سے ظاہر (اور اپنی ذات و صفات سے) پوشیدہ ہے اور ہر چیز سے واقف ہے۔

کلام صدق کے متعلق

اسی طرح ایک روز فرمایا۔

" اے لوگو! صدق و سچائی اختیار کرو۔ اگر یہ دونوں وصف نہ ہوتے تو کسی شخص کو بھی تقرب الٰہی حاصل نہ ہو سکتا۔ اگر اخلاص و راستی کا عصائے موسوی کسی کے پتھر نما دل پر مار دیا جائے تو یقیناً اس سے حکمت کے چشمے پھوٹ پڑیں گے۔ یاد رکھو کہ عارف اسی صدق اخلاص کے پروں سے ہی عالم کون و فساد کے قفس سے نکل کر فضائے لولاکِ قدس میں پہنچ سکتا ہے جب کسی کے دل پر بھی نور صدق و یقین ظاہر ہوتا ہے اس کے چہرے پر بھی آثار نمایاں ہو جاتے ہیں اس کی پیشانی میں نور ولایت ظاہر ہوتا ہے۔ فرشتے عالم ملکوت میں اُسی کا نام پکارتے ہیں اور قیامت کے دن بھی وہ اسی صدق و یقین کے ساتھ اُٹھایا جائے گا۔

اے لوگو! خواہشات نفسانی سے اجتناب کرنا آتش عشق کے شعلوں کو صاف اور روشن کرتا ہے۔ عاشق صادق کو قرب اغیار سے کسی طرح بھی

راحت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اُن کی وحشتِ عشق ہی اُنھیں اس بیابان محبت میں لئے پھرتی ہے۔

اسباب کو ہمیشہ یاد رکھو کہ بغیر صدق یقین راہ حق پر آنا ناممکن ہے۔ اس وقت تک ہرگز قرب حقیقی حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ دنیا و ما فیہا سے روزہ نہ رکھ لیا جائے۔ اپنی ہستی سے نکل جاؤ پھر دیکھو کہ دنیا کی کوئی نظر بھی تم پر اپنا اثر نہیں ڈال سکتی۔ انسان کا قلب جب تمام دنیاوی کدورتوں اور ضرورتوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے تو پھر وہ اوامر حقیقی واحکام الٰہی کی پیروی کرنے لگ جاتا ہے اور اس متابعت الٰہی میں جب عارف کی نظر عالی ہو جاتی ہے تو اس کے مقام راز میں انوار تجلیات نمایاں ہونے شروع ہوتے ہیں۔

پھر ایسے ہی مردانِ خدا اس دنیا کو اس کی آنکھوں سے دیکھنے کی بجائے اپنے دل کی آنکھوں کو اپنے خالق کو دیکھنے میں مصروف رکھتے ہیں اور اُن کے اس قول کو ہمیشہ یاد رکھتے ہیں ؎ وَمَا مَتَاعُ الدُّنیَا اِلَّا الغُرُورُ ۔ یعنی درحقیقت دنیاوی نفع کچھ بھی ہے صرف دھوکا ہے۔"

اور برخلاف اس کے جو شخص لذت نفسانی کی پیروی کرتا ہے شیطان اس کی اُنہی نفسانی خواہشات کی راہ سے اس کے دل میں پہنچتا ہے اور اُسے دنیاوی حرص سے اپنے مکر میں پھانس لیتا ہے۔

پس یاد رکھو جو شخص اپنی خواہشاتِ نفس سے خبردار رہ کر اُسے ترک کر دیگا وہی توفیق الٰہی و تائید ایزدی سے اپنا حال درست کر سکتا ہے۔ دنیا کو ایک

گذرگاہ سمجھو اور قیامت پر یقین رکھو۔

ایک روز

علم کے متعلق فرمایا۔

پہلے علم حاصل کرو۔ پھر گوشہ نشینی اختیار کرو۔ کیونکہ جو شخص بغیر علم کے عبادت الٰہی میں مصروف ہوتا ہے بالعموم اس کے کام سدھرتے تو کم ہیں۔ مگر بگڑتے زیادہ ہیں۔ چنانچہ پہلے شریعت الٰہی کا چراغ روشن کرو۔ اور پھر عبادت الٰہی انجام دو۔ جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے علم کو وسیع کرتا ہے اور اُسے علم لدُنّی عطا فرماتا ہے۔ تم اسباب اور عام خلق سے منقطع ہو کر دیکھو وہ تمہارے دل کو مضبوط کر کے عبادت الٰہی و پرہیزگاری کی طرف خود بخود مائل کر دے گا۔

لوگو! ماسوی اللہ سے الگ رہو۔ اپنے چراغ شریعت کو روشن رکھو اُسے بجھنے نہ دو۔ اللہ تعالیٰ سے صدق و یقین نیک نیتی و خلوص رکھو اور چالیس روز تک اگر اسی طرح اس کی یاد میں بیٹھے رہو تو خود دیکھ لوگے کہ تمہارے دل اور زبان کی راہ سے حکمت کے چشمے پھوٹ نکلیں گے۔ اور تمہارا دل اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح محبت الٰہی کی آگ دیکھے گا۔ جس کو دیکھ کر تمہارا نفس تمہاری خواہش تمہارا شیطان۔ تمہاری ذہنیت و طبیعت کو کہنے لگیں گے ٹھہر جاؤ۔ اور مقام راز سے تمہارے کانوں میں ندا آئے گی کہ میں ہوں تیرا رب۔ مجھے پہچان لے۔ تو میرے سوا غیر سے

تعلق نہ رکھ اور سوائے میرے سب کو بھول جا۔ مجھ سے ہی علاقہ رکھو اور سب تعلقات کو منقطع کر دے۔ میرا ہی طالب بن۔ نہ کسی کو اپنا مطلوب بنا۔ نہ کسی کا طالب بن۔ آ میرے علم سے میرا تقرب حاصل کر۔ تاکہ تجھے کچھ حاصل ہو۔ حجاب زائل ہوں۔ کدورت دور ہو جائے۔ نفس ساکن ہو جائے۔ جب تیری ایسی حالت ہوگی تو تم پر الطاف کریمانہ ہوں گے اور خطاب ہوگا کہ اے قلب! فرعون نفس و خواہش و شیطان کے پاس جاؤ اور انہیں میرے پاس لے آؤ۔ میں اُنہیں ہدایت کروں گا۔ اور نیک راہ بتاؤں گا۔

اسی وعظ میں ایک روز

زہد و ورع کے متعلق فرمایا:۔

ورع یہ ہے کہ شریعت انسان کو جس امر کی اجازت دے اُسے اختیار کرے باقی تمام امور کو ترک کر دے۔

ورع کے تین درجے ہیں:۔ عام۔ خاص۔ خاص الخاص۔

ورع عام یہ ہے کہ حرام اور مشتبہ اشیاء کو ترک کر دے۔

ورع خاص یہ ہے کہ ہر قسم کی نفسانی خواہشات ترک کر دے۔

ورع خاص الخاص یہ ہے۔ کہ ہر ایک چیز کو جس کا وہ ارادہ کر سکتا ہے ترک کر دے۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک ظاہری۔ دوسرے باطنی۔

ظاہری:۔ یہ کہ بجز امر الٰہی کسی قسم کی حرکت نہ کرے۔

باطنی:۔ یہ کہ ماسوائے اللہ دل پر کسی کا گذر نہ ہو۔

جو شخص ان اقسام ورع اور اس کی باریکیوں کو مدنظر نہیں رکھتا وہ ورع کے مراتب عالیہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ ویسے ورع پر زبانی گفتگو آسان۔ اور امارت اور ریاضت سے ورع پر عمل کرنا بہت مشکل ہے۔

زہد۔ ورع کی پہلی سیڑھی ہے۔ جیسے کہ رضا کی پہلی سیڑھی قناعت ہے

ورع کے قوانین کھانے پینے اُٹھنے بیٹھنے میں بھی ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک متقی کا کھانا بھی دیگر خلق کے کھانے کے برخلاف ہوتا ہے۔ لیکن نہ تو شریعت ہی اس پر گرفت کر سکتی ہے۔ نہ کسی کو اس میں کسی قسم کی مخالفت کرنے کی ہی جرأت ہوتی ہے۔

اسی طرح زاہد کا کھانا وہ ہے جس میں اس کا کچھ ارادہ نہیں ہوتا۔ بلکہ محض فضل الٰہی سے اسے وہ کھانا ملتا ہے تو اب جس کے لئے کہ پہلی صفت متحقق نہیں ہو سکتی وہ علی الترتیب دوسرے درجہ پر بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اور حلال مطلق یہ ہے کہ اس میں کسی طرح سے بھی معصیت الٰہی متصور نہ ہو سکے۔ اور نہ اس کی وجہ سے کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ کو بھول لے۔

اسی طرح لباس کی بھی تین قسمیں ہیں۔ لباس انبیائے علیہ السلام۔ لباس اولیائے کرام۔ لباس ابدال رضی اللہ عنہم

لباس انبیائے عظام حلال مطلق ہے خواہ وہ روئی کا ہو یا سن کا۔ صوف کا ہو یا کسی اور کپڑے کا۔

لباس اولیائے کرام یہ ہے کہ جس سے حسب حکم شریعت ستر پوشی ہو سکے تاکہ ان کی خواہش سرد ہو اور نفس مر جائے۔

لباس ابدال یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ ان کو عطا فرمائے خواہ وہ کم قیمت کا ہو یا بیش قیمت لیکن خود انہیں نہ اعلیٰ کی خواہش ہوتی ہے نہ ادنیٰ ہی سے نفرت ہوتی ہے۔

یاد رکھو تا وقتیکہ انسان ان دس صفات سے متصف نہ ہو جائے اُسے ورع کامل حاصل نہیں ہو سکتا۔

(۱) زبان کو قابو میں رکھے۔

(۲) غیبت سے بچتا رہے بموجب اس ارشاد الٰہی کے وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا یعنی کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔

(۳) نہ کسی کو حقیر سمجھے نہ کسی کی ہنسی اڑائے۔ جیسے کہ ارشاد باری ہے لایسخر قومٌ من قومٍ عسیٰ ان یکونوا خیرًا منہم یعنی ایک قوم دوسری قوم کی ہنسی نہ اڑائے شاید کہ وہ اس سے بہتر نکلے۔

(۴) محرم پر نظر نہ ڈالے۔ یعنی اپنی نظر کو پاک اور نیچی رکھے۔ جیسے کہ ارشاد الٰہی ہے۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (اے پیغمبر مسلمانوں سے کہدو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں۔

(۵) راستی و راستبازی اختیار کرے بموجب اس حکم الٰہی کے وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا (یعنی جب بات کہو تو انصاف کی سچی۔)

(۶) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور احسانوں کا اقرار کرتا رہے۔ تاکہ کبر و غرور میں مبتلا نہ ہو جائے مطابق اس ارشاد الٰہی کے بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ هَدٰىکُمْ لِلْاِیْمَانِ۔ اللہ ہی تم پر احسان کرتا ہے دیکھو اس نے تمہیں

ایمان کی ہدایت کی۔

(۷) زر و مال کو اپنے نفس کی خواہش میں خرچ کرنے کی بجائے اللہ کی راہ میں خرچ کرے ۔

عمل صالح

ایک وعظ میں عمل صالح کے متعلق فرمایا:۔

جو شخص اپنے دل میں مالک حقیقی کا خوف رکھتے ہوئے صدق و صفا سے تقوےٰ و پرہیزگاری اختیار کرتا ہے۔ وہی شخص ماسوائے اپنے خالق حقیقی کے دنیا کی ہر چیز سے بیزار ہو کر عمل صالح انجام دے سکتا ہے۔

محبان من! ہمیشہ یاد رکھو۔ جو بات تم میں نہ ہو اس کا ہرگز دعویٰ نہ کرو۔ خدا کو واحد جانو۔ کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ اگر اللہ کے کسی بندہ کا اپنے مولا کی راہ میں کچھ تلف بھی ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل بھی ضرور عطا فرما دیتا ہے۔

لیکن یہ ضروری ہے کہ تا وقتیکہ نفس کی کدورت نہ جائے اس وقت تک دل کی کدورت بھی نہیں جا سکتی۔ یعنی جب تک انسان کا نفس اصحاب کہف کے کتے کی طرح دروازۂ رضا پر نہ بیٹھ جائے اس وقت تک قلب صاف نہیں ہو سکتا۔ اور جب قلب صاف ہو جاتا ہے تو اس وقت اپنے پاکیزہ بندے کو خدا کا یہ خطاب حاصل ہوتا ہے۔

یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً

یعنی اے نفس مطمئنہ نہایت خوش و خرم ہو کر اپنے پروردگار کی طرف چلا آ۔

اور جب نفس مطمئن ہو جائے گا تو بارگاہ قدس میں باریابی حاصل کرنیکے ساتھ ہی توجہات و نظر رحمت الٰہی کا کعبہ بھی بنے گا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت و عظمت اس پر منکشف ہوگی۔ اور مقام رفیع سے اسے یہ بھی سنائی دے گا یَاعَبْدِیْ وَکُلُّ عَبْدِیْ اَنْتَ لِیْ وَاَنَا لَکَ۔ یعنی اے میرے بندے اور میرے ہر ایک بندے تو میرے لئے ہے اور میں تیرے لئے ہوں۔

چنانچہ جب کوئی اللہ کا بندہ اس حال میں مدت تک قرب الٰہی حاصل کرتا رہے گا۔ تو خاصان خدائے تعالیٰ میں سے ہو جائے گا پھر وہ خدا کا امین ہوگا۔

غرضیکہ ایسے ہی عمل صالح کرنیوالے لوگ خلیفۃ الارض کہلانے کے مستحق ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالےٰ اپنی مخلوق کی ہدایت پر مامور کرتا ہے۔ تاکہ یہ خاصانِ خدا دریائے معصیت میں ڈوبنے والوں کو بچائیں۔ اور گمراہی کے بیابانوں میں سے گم گشتگاں کو نکال کر راہ حق پر لگائیں۔

اور ان خاصانِ خدا کی نظر جب کسی مُردہ دل انسان پر پڑتی ہے تو وہ اسے زندہ کر دیتے ہیں۔ گنہ گار کو اپنی نصیحت سے نیکوکار۔ اور بدبخت کو نیک بخت بنا دیتے ہیں۔

لہذا حکم الٰہی اور اس کے ارادے کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے نفس و خواہش و دیگر مخلوقات دنیا کے تمام افعال سے اگر تم پرہیز کرو گے تو اس وقت تم علم الٰہی حاصل کرنے کے قابل ہو سکو گے۔ چنانچہ مخلوق سے فنا ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ اُن سے تمہارا تعلق منقطع ہو جائے۔ یعنی مخلوق کے نفع سے تم ناامید اور ضرر سے بے خوف ہو جاؤ۔

اور اپنی ہستی اور خود اپنے نفس سے فنا ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ اپنا نفع حاصل کرنے اور تکلیف دُور کرنے کے اسباب ظاہری سے بے نیاز ہو جاؤ۔ یعنی نہ ان اسباب ظاہری سے تعلق رکھو نہ اپنے آپ پر۔ نہ کسی اور پر بھروسہ رکھو۔ بلکہ اپنے تمام اُمور کو اُسی خالق حقیقی کو سونپ دو۔ جسے پہلے بھی ان میں تصرف ہے اور موجودہ و آئندہ بھی ان میں تصرف کر سکتا ہے۔

اسی طرح اپنے ارادوں سے فنا ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ مشیت الٰہی کے مقابل اپنے کسی ارادہ کی کچھ حقیقت نہ سمجھو بلکہ تم کو خالق حقیقی کے ہر فعل پر یقین کامل ہو۔ تمہارے اعضا اُس کے فعل سے خاموش اور دل مطمئن ہو۔ تمہارا باطن صداقت الٰہی سے معمور اور دیگر تمام دنیوی امور سے مستغنی رہے۔

جب تم قدرت کے ہاتھوں میں اس طرح اپنے آپ کو دے دو گے اور وہ جو کچھ بھی تم پر اپنا تصرف کرے گا۔ اسوقت زبان ازلی تم کو پکارے گی۔ علم لدنی تمہیں حاصل ہو گا۔ نور الٰہی کا لباس تم کو پہنایا جائیگا۔ اور جب ارادہ الٰہی کے سوا تمہارے پاس کچھ نہ رہے گا اس وقت تصرفات و خرق عادات تمہاری طرف منسوب ہوں گے۔ لیکن ایسے خرق عادات درحقیقت افعال الٰہی ہی ہوں گے۔ جو نشاۃ اُخروی کے مترادف ہوں گے

ایسی حالت میں جب تم اپنے دل میں کوئی ارادہ پاؤ تو خدائے تعالیٰ کی عظمت و بزرگی کا خیال کرو۔ اپنے وجود کو حقیر جانو۔ یہاں تک کہ تمہارے وجود پر فضلِ الٰہی وارد ہو۔ ایسے ہی وقت اور حالت میں تمہیں فنا حاصل ہو گی۔ کیونکہ فنا مقصد ہے۔

حالت فنا یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہی باقی رہے جیسا کہ خلق پیدا کرنے سے پہلے بھی اکیلا تھا۔ پھر جب تم خلق سے جدا ہو جاؤ گے تو کہا جائے گا۔ رَحِمَكَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاَحْيَاكَ یعنی اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کرے اور حقیقی زندگی تم کو نصیب کرے۔

پس اس وقت ہی تمہیں وہ زندگی حاصل ہوگی جو حقیقی ہوگی۔ وہ غنا حاصل ہوگا جس کے بعد فقر نہیں وہ عطا حاصل ہوگی جس کے بعد رکاوٹ نہیں۔ وہ امن حاصل ہوگا جس کے بعد خوف نہیں۔ وہ نیک بختی حاصل ہوگی جس کے بعد بدبختی نہیں۔ وہ عزت حاصل ہوگی جس کے بعد ذلّت نہیں۔ وہ قرب جس کے بعد بُعد نہیں۔ وہ عظمت اور بزرگی جس کے بعد ذلّت و حقارت نہیں اور وہ پاکیزگی کہ جس کے بعد نجاست متصوّر نہیں ہو سکتی۔

بیان معارف

فرمایا۔ عالم ظاہر کو ناسوت کہتے ہیں۔ عالم فرشتگان کو عالم ملکوت اور عالم معقولات کو عالم ارواح و عالم جبروت کہتے ہیں۔ اس کے ماسوا جو عالم ہیں اس کو لاہوت کہتے ہیں۔ یعنی لاہوت ذات ہے۔ جبروت صفات۔ ملکوت فعل اور ناسوت اصل فعل ہے۔

ناسوت سے جبروت تک افعال و اقوال ہیں۔ اقوال شریعت۔ افعال طریقت۔ احوال حقیقت اور ان کی اصل معرفت ہے اور ناسوت اور ملکوت کے درمیان جو کچھ ہے وہ شریعت ہے۔

محبانِ من! تمہارے جسم کو ناسوت کا رتبہ حاصل ہے دل کو ملکوت کا۔ روح کو جبروت کا۔ سر یا اصل کو لاہوت کا۔ انسان ناسوت سے گذر کر

ملکوت میں پہنچتا ہے۔ اور ملکوت سے گذر کر جبروت میں اور جبروت سے گذر کر لاہوت میں۔

اسی طرح زبان و دل اور روح و سر کے اذکار بھی مختلف ہیں۔ یعنی زبان کا ذکر ناسوتی ہے۔ دل کا ملکوتی۔ رُوح کا جبروتی۔

چنانچہ زبان کا ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہے دل کا۔ اَللّٰہُ۔ رُوح کا ھُوْ۔ سر کا اَنَا (جس میں نہ عبارت ہے نہ اشارت)

عزیزانِ من ! لاہوت۔ جبروت کو گھیرے ہوئے ہے۔ جبروت نے ملکوت کو گھیر رکھا ہے۔ اور ملکوت نے ناسوت کو۔ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیءٍ مُّحِیْطٌ اور اللہ ہر شے پر محیط ہے۔

دوسرے معنوں میں۔ جبروت صورت ہے اور لاہوت معنے ہے اسی طرح ملکوت صورت ہے۔ اور جبروت معنی۔ یعنی جو کچھ لاہوت میں ظاہر ہوتا ہے۔ وہی جبروت میں ہویدا ہے۔ ایسے ہی ملکوت اور ناسوت میں بھی وہی ظاہر باہر ہے۔ اسی نظریہ کے متعلق یہ ارشاد ہے لَا تَتَحَرَّكُ شَیءٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ کوئی چیز خدا کے اذن (حکم) کے بغیر حرکت نہیں کرتی۔

فرمایا۔ اے عزیز عالم کبریٰ میں خالق حقیقی کی مثال اس چیز کی مثال کے مطابق ہے۔ جو چیز ہر چیز کو حرکت میں لانے والی ہو اور انسان کی مثال صرف سایہ کی ہے۔ کہ جس کی ہر حرکت اسی چیز متحرکہ سے وابستہ ہو۔ یعنی انسان کی حرکت قرار قیام قعود وغیرہ خالق حقیقی کے حکم پر موقوف ہو۔ جیسے کہ

ارشاد ہے هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَتَحَرَّكُ شَيْءٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ یعنی وہ زندہ و قائم ہے کوئی چیز اللہ کے اذن کے بغیر حرکت نہیں کر سکتی۔

لہٰذا انسان کو اپنے متبوع (خالق) کا ایسا ہی مطیع رہنا چاہیئے جیسے کہ کسی چیز کا سایہ اپنی اصل کے تابع رہتا ہے

فرمایا! اہل اللہ کی اصطلاح میں فقر و فاقہ۔خودی اور ہستی کو مٹانے سے مترادف ہے جب کوئی درویش اپنے نفس کو فاقہ کی آگ سے جلا دے تو بس نور ہو جاتا ہے۔ اور جب آلائش دوئی اور خودی فقر کی آگ سے جل جاتی ہے تو پھر عبد و معبود میں کوئی حجاب نہیں رہتا۔ جیسے کہ لوہا دیر تک آگ میں پڑے رہنے سے آگ کی صورت اختیار کر لیتا ہے ویسے ہی انسان جب محبت الٰہی کی آگ میں جل جائے تو لَا فَرَاقَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ کے مطابق اللہ کا قرب حاصل کرنے میں انسان کو کوئی فرق نہیں رہتا۔عبد و معبود کے درمیان خودی اور دوئی کا ہی حجاب ہے۔جب یہ دور ہو گئی تو یگانگی اور قرب بھی حاصل ہو گیا کیونکہ نیستی صفات عبودیت سے ہے اور ہستی صفات ربوبیت کی اسی لئے ارشاد باری تعالےٰ ہے وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ یعنی اللہ غنی ہے اور تم محتاج ہو۔ لیکن جب نیست مطلق ہو کر ربوبیت کی صفات میں جا ملے تو سمجھ لو کہ نیست مطلق ہو گیا۔

اگرچہ نیست و ہست، فقر و فخر کے معارف صاحب ادراک عارفان حق ہی سمجھ سکتے ہیں۔ تاہم صاحب لولاک فخر الانبیاء رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ (یعنی فقر میرا فخر ہے) ہر عقلمند شخص سمجھ سکتا ہے۔ اور وہ یہی فقر تھا جس پر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فخر و ناز فرمایا کرتے تھے۔ مگر جو شخص فقر کی لذت حاصل ہی نہ کر سکا ہو وہ اس راز کو بھلا کیا سمجھ سکتا ہے۔

عزیزانِ من! سفر ظاہر جہان میں سیر کرنے اور سفر باطن راہ سلوک اختیار کرنے پر موقوف ہے۔ جو شخص باطن سے محروم ہو وہی سفر ظاہر میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ برخلاف اس کے جو درویش اپنے مرشد سے فیض حاصل کر کے اپنے خالق کی محبت میں مجذوب ہو گیا اُس نے اپنا سفر باطنی طے کر لیا۔ بمقابل اس کے جو شخص اپنی غفلت و بھول سے مغلوب ہو کر سفر باطن (یعنی راہ سلوک) اختیار کرنے سے قاصر اور مکاشفہ، مشاہدہ، معائنہ سے محروم رہا۔ وہ ہر چیز کا محتاج ہو جاتا ہے اور جو شخص خود محتاج ہو وہ کسی کو کیا نفع پہنچا سکتا ہے۔

علاوہ ازیں جو شخص صرف نماز روزہ و دیگر اوامر کا صرف لوگوں کو دکھانے کیلئے عامل ہوتا ہے وہ متکبر و خاسر ہو جاتا ہے۔ بلکہ ایسی خودی اور خود پرستی کو بھی معرفت و مشاق الٰہی سفر ظاہری سے منسوب کرتے ہیں۔ وہ اس لئے کہ ظاہری اعمال خلقت کو منظور ہیں اور باطنی خالق حقیقی کو۔ پھر یہ دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں۔ جیسے کہ ارشاد الٰہی ہے:-

"در تحقیق اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور عملوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور ارادوں کو دیکھتا ہے"

چنانچہ معلوم ہُوا کہ سفرِ ظاہر تن کا آراستہ کرنا ہے اور سفرِ باطن دل کا آراستہ کرنا۔ اسی لئے عارف الٰہی نے فرمایا ہے۔ خدا کا راستہ نہ تو زمین میں ہے نہ آسمان میں بلکہ تیرے دل میں ہے جو شخص اس راستہ پر چلا اُس نے خدا کو پالیا۔

چونکہ دل خدا کا حرم ہے اور خدا کے گھر میں اس کے سوا کسی اور کا داخل ہو کر گھر کرنا حرام ہے۔ اس لئے اپنے دل کو کبر و رعونت کے خس و خار سے پاک و صاف رکھو۔ سفرِ ظاہر کے لہو و لعب سے اسے آلودہ نہ کرو۔ تاکہ حضوری حاصل کرسکو۔ دکھاوے کی عبادت و طاعت روزہ نماز سے نہ تو سفرِ باطن کی منزل مقصود تک پہنچنا ممکن ہے اور نہ قربِ الٰہی کا حاصل ہونا۔ اس کی مثال یہ ہے جیسے کہ کوئی شخص اپنے بادشاہ عالی جاہ کو اپنے گھر میں مدعو کرنے کے لئے اپنے مکان کے دروازہ اور باہر کے تمام حصّوں کو تو خوب صاف اور آراستہ کرے مگر بادشاہ عالی جاہ کے بیٹھنے کی جگہ ویسی کی ویسی خراب اور ناصاف حالت میں رہنے دے۔ چنانچہ جب بادشاہ تشریف لاکر اپنے بیٹھنے کی جگہ ناصاف و خراب دیکھے تو صاف ظاہر ہے کہ وہ بجائے اپنی تشریف آوری کا شرف بخشنے اور اپنے داعی پر خوش ہونے کی بجائے داعی کی دعوت اور اُن تمام خدمات کو رد کرکے ناخوش ہو کر چل دے گا۔ لہٰذا جو شخص اپنے قلب کو پاک و صاف رکھتا ہے وہی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرسکتا ہے۔

فرمایا: دنیا میں مومنوں کو راحت و آرام نہیں۔ کیونکہ دنیا ایک فضول سی چیز ہے۔ یہاں کی راحتیں عارضی ہیں۔ اگر عاقبت کی راحتوں اور آسائشوں

پر کسی کو یقین کامل ہو تو دنیا کی یہ عارضی راحتیں اور آسائشیں عاقبت کی راحتوں کے مقابل بالکل ہیچ ہیں۔ لیکن لوگوں کے قلب ناصاف ہیں وہ لوگ دنیا کی راحتوں پر ایسے ہی مٹے ہوئے ہیں جیسے کہ پلیدی کے کیڑے۔ خوشبودار اور پاکیزہ جگہ کے مقابل پلیدی اور بدبو میں خوش رہتے اور اس پلید جگہ کو ہی اپنی جائے مسرت سمجھتے ہیں۔ برخلاف اس کے اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ بندے جنت کے پاکیزہ مقام کے مقابل اس ظلمت کدہ دنیا کو پسند نہیں کرتے۔

دنیا فی الواقعہ مومنوں کا قید خانہ ہے جو ظلمت و معصیت سے آلودہ ہے۔ اس میں اگر راحت و رحمت ہوتی تو کوئی نبی اور ولی دنیا سے ہرگز رحلت نہ فرماتا۔

فرمایا: "موت ایک ایسا پل ہے جس پر گذر کر ہی دوست کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ گویا موت کا پل طے کئے بغیر دوست تک رسائی حاصل نہیں ہو سکتی۔

لیکن موت دو قسم کی ہے (۱) ایک صوری یا ظاہری (۲) معنوی ظاہری موت کا وقت تو ہر ایک کے لئے مقرر ہے جسے ہر شخص جانتا ہے اور معنوی موت وہ ہوتی ہے جو ظاہری موت سے پہلے واقع ہو۔ اسی موت کی نسبت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا یہ ارشاد ہے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا یعنی مرنے سے پہلے مر جاؤ۔"

چنانچہ جو شخص اس حدیث کو یا باطنی موت کے ساتھ اپنی ظاہری موت سے پہلے ہی مر جاتا ہے وہ اپنے مقصود و محبوب موعود تک پہنچ جاتا ہے۔

عزیزانِ من! اختیاری موت مرنا شیطانی و نفسانی لذتوں کو خواہ وہ مباح ہوں یا غیر مباح ا ترک کرنے اور کسی ایک برائی و بھلائی کی طرف راغب نہ ہونے کو کہتے ہیں۔ اور اسی کو معنوی موت کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ موت انبیاء عظام و اولیاء کرامؒ کے سوا کسی کو میسر نہیں ہو سکتی۔ یہی وہ موت ہے کہ اگر انسان اس کی حقیقت کو سمجھ لے تو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے اس معنوی موت کی استدعا کرتا رہے۔ چنانچہ ارشاد ایزدی ہے فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ یعنی پس موت کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو" یہ ارشاد باری تعالیٰ کا اشارہ ہے اس حصول تمنا کا جس کی خواہش بجز خاصان خدا کوئی نہیں کر سکتا۔ اگرچہ موت ظاہری کی آرزو منع ہے لیکن اس معنوی موت کی خواہش فرض ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے مراتب عالی اسی موت کے پردہ میں پنہاں ہیں جس کو وہی حاصل کرتے ہیں جو اس کے اہل ہوتے ہیں۔

※

فرمایا۔ قیامت کے دن جبکہ انسان کو بخشی ہوئی ہر نعمت کی نسبت سوال کیا جائیگا۔ تو اسی میں شنوائی۔ گویائی۔ بینائی کی نعمتوں کے متعلق بھی سوال ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ یہ نعمتیں خاص نعائم الٰہی میں سے ہیں اور انہی نعمتوں سے انسان نے ہر ایک مخلوق پر شرف حاصل کیا ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ یہ نعمتیں تو دیگر حیوانات بلکہ ہر جاندار مخلوق کو بھی بخشی گئی ہیں پھر انسان کے لئے یہ نعمتیں خاص کیسے ہو سکتی ہیں۔ لیکن اس کا جواب اس ظاہری گویائی اور شنوائی اور بینائی کے متعلق نہیں بلکہ روح اضافی سے

متعلق ہے۔ روح اضافی وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی روح سے مضاف کیا۔ جیسے کہ ارشاد باری ہے وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ یعنی میں نے انسان میں اپنی روح کو پھونک دیا ہے۔"

بس اسی وجہ سے انسان کو دوسری مخلوق پر فوقیت ہے۔ اگر انسان کی گویائی، شنوائی، بینائی حیوانات کے مطابق و برابر ہوتی۔ پھر تو انسان کی طرح ان نعائم الٰہی کے نیک و بد استعمال کے متعلق حیوانوں سے بھی پرسش حساب ہوتی۔

غرضیکہ نعائم الٰہی کی اس خصوصیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان نعائم کا طریق استعمال بھی مخصوص ہے یعنی زبان کی گویائی خرافات کذب افتراء بکنے پر نہیں۔ بلکہ اظہار صداقت پر۔

شنوائی بت پرستانہ و مشرکانہ کا ذبانہ کلام سننے پر نہیں بلکہ کلام الٰہی سُننے پر۔ اور

بینائی۔ بدنگاہی حرص و کینہ غصہ شہوت وغیرہ پر نہیں بلکہ مناظر قدرت وجمال الٰہی دیکھنے پر استعمال کرنی چاہیئے۔

فرمایا۔ محب و محبوب کے درمیان محبت ایک پردہ ہے جو محب کے فنا ہو جانے پر اُٹھ جاتا ہے اور یہ پردہ محبت اُٹھتے ہی محب کو محبوب کا قرب حاصل ہو جاتا ہے

یا محب اور محبوب ایک گول دائرہ۔ اور محبت کو اس دائرہ کا درمیانی خط

متصور کرو۔ چنانچہ اس خطہ محبت سے ہی محب و محبوب کی دو قوس ہو جاتی ہیں۔ لیکن اگر کوئی محب صادق اس ستوائے محبت کو اپنی تمنائے حصول یا خواہش تمنا فنا کر کے مٹا دے تو پھر صرف گول دائرہ کی ایک ہی شکل رہ جانے کے مطابق محب و محبوب میں کوئی امتیاز نہیں رہتا۔

فرمایا۔ اللہ اور اس کے بندے کے قرب میں چار حجاب ہیں۔ (۱) پہلا حجاب جو سب سے زیادہ کٹھن ہے۔ دنیا اور اس کی لذات سے وابستہ ہے دوسرا حجاب دین اور اس کی نعمتوں سے۔ تیسرا حجاب اخروی درجات سے۔ چوتھا حجاب شعور سے وابستہ ہے۔ اگر ان حجابات کو فقر کی آگ سے جلا دیا جائے تو پھر نور ہی نور رہنے سے بندے کو اپنے مولا کا قرب حاصل ہو جاتا ہے۔

اس لئے زاہدوں کے لئے نفس کو۔ عارفوں کے لئے دل کو۔ عاشقوں کے لئے روح کو اپنے اسرار کا محل بنایا ہے۔ لہذا زاہدوں کے لئے لازم ہے کہ وہ تزکیۂ نفس کی کوشش کریں۔ یعنی اپنے نفس کو حدث و نجاست سے بچائیں۔ زبان کو غیبت فحش اور جھوٹ سے پاک رکھیں۔ ہاتھوں اور پاؤں کو عصیان سے آلودہ نہ ہونے دیں۔

عارفوں کے لئے لازم ہے کہ صفائی قلب حاصل کرنے کی ہمت کریں۔ یعنی باطن کی تمام برائیوں مثلاً حسد۔ حرص، ریا، کینہ۔ کبر و غرور وغیرہ سے اپنے دل کو پاک و صاف رکھیں۔

عاشقوں کو چاہیئے کہ اپنی روح کی پاکیزگی کی سعی کریں یعنی اپنی رُوح کو غیر کی محبت سے پاکیزہ رکھ کر اس میں جمال الٰہی حاصل کرنے کا ذوق پیدا کریں اور اللہ تعالٰی کو اپنا محبوب دوست بنانے کا جذبہ پیدا کریں۔ تاکہ بموجب اس ارشاد باری تعالیٰ کے یُحِبُّہُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ (یعنی اللہ تعالیٰ ان کو دوست رکھتا ہے اور وہ اس کو دوست رکھتے ہیں) کے مصداق بن جائیں۔

محبانِ من ! سنو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے کہ کوئی شخص گناہ کے باعث نہ اپنے مولا سے دُور ہو سکتا ہے اور نہ ثواب کے باعث قرب الٰہی حاصل کر سکتا ہے۔ البتہ قرب کا سبب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور دوری اس کا قہر ہے یعنی قبولیت کے سوا نہ عبادت ہی موجب قرب الٰہی ہے اور نہ بدوں قہر الٰہی۔ گناہ بموجب دوری ہے۔

بلکہ بعض بندگانِ الٰہی نے تو گناہوں سے قرب ایزدی حاصل کر لیا۔ اور بعض نے عبادت و علم سے دُوری اختیار کر لی۔

جیسے کہ حبیب عجمیؒ پہلے سود خوار تھے۔ بشر حافیؒ شراب خور۔ اور فضیلؒ رہزن تھے لیکن ان کو قبولیت و فضل سے قرب الٰہی حاصل ہو گیا۔ برخلاف اس کے بلعم۔ برصیصا۔ عزازیل بڑے بڑے عالم و عابد تھے۔ ان کو قہر الٰہی سے دُوری نصیب ہوئی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کام کسی علت کے سبب معلول پر منحصر نہیں۔ اگر وہ قبول کرتا ہے تو بلا کسی سبب اور باعث کے قبول کر لیتا ہے

اگر رد کرتا ہے تو بلا کسی علت و معلول کے رد کر دیتا ہے۔

اہل السنت والجماعت کے اس اعتقاد کے دوسرے معنے یہ ہیں کہ عبادت وگناہ یہ دونوں سبب بارگاہ الٰہی میں حجاب ہیں ان کو دل سے محو کر کے صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و قہر ہی کی آس و یاس رکھی جائے۔

بلکہ اللہ نے مجھ سے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کوئی میرا قرب حاصل کر سکا تو وہ گنہ گاروں میں سے ہی ہوگا وہ اس لئے کہ گنہگار لوگ ہی نادم و عاجز ہوتے ہیں لہٰذا ایسے نادم و عاجز لوگ ہی جو اپنے گناہوں سے حقیقتاً شرمسار ہوں۔ قرب الٰہی کے مستحق ہیں اور ایسے ہی پُر ندامت اعتراف گناہ کرنے والوں پر خدا کی رحمت ہوگی۔ امیر مینائی نے شاید اسی موقع پر یہ شعر کیا ہے ؎

روز محشر جب چلا میں زاہدوں میں ڈھونڈنے
معرفت بولی۔ اِدھر آ۔ میں گنہ گاروں میں ہوں

پھر فرمایا۔ "اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے مجھے اسبات سے آگاہ کیا ہے۔ کہ گنہ گار انسان گناہ سے اور عبادت کرنے والے عبادت سے محجوب کئے گئے ہیں یہ اس لئے کہ گنہ گار لوگ بارگاہ الٰہی سے محجوب ہیں۔

یعنی گناہ گار لوگ اس لئے بارگاہ الٰہی سے محجوب ہیں کہ یہ خدا کی مغفرت سے نااُمید ہو کر اپنے آپ کو دوزخی سمجھتے ہوئے گناہوں کو عذاب کا سبب جانتے ہیں ایسے ہی عبادت کرنے والے اس لئے محجوب ہیں کہ اُنہوں نے عذاب سے نجات حاصل کرنے کا باعث نیک اعمال کو سمجھ رکھا ہے۔ اور ان اعمال حسنہ پر

عمل کرنے کے باعث ہی اپنے آپ کو جنت کے حقدار سمجھے بیٹھے ہیں۔

غرضیکہ بعض تو انہی حجاب میں محجوب ہیں اور یہ حجابات بعض ظلماتی ہیں اور بعض نوری ہیں۔ یعنی کئی تو دنیا کی جانب سے محجوب ہیں اور کئی ایک عاقبت کی طرف سے۔

مگر ان لوگوں کے سوا بعض خدا کے بندے ایسے بھی ہیں جن کو نہ گناہ کے سرزد ہونے کا خوف ہے نہ عبادت و طاعت پر بھروسہ ہے۔ بلکہ انہوں نے دونوں جہان سے اپنا قطع تعلق کرکے نہ صرف خالق حقیقی کو ہی ہلاک کرنے والا اور نجات دینے والا سمجھ رکھا ہے۔ بلکہ ثواب و عذاب بھی اسی کی طرف سمجھ کر اپنی ہمت کی نظر کسی جہان پر نہیں ڈالی۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (یعنی نہ تو بینائی نے کجی کی اور نہ گمراہ ہوا۔) ان کی ہمت عبادت پر نہیں اور نہ ان کے دل میں گناہوں کا خطرہ لاحق ہے۔ نہ حور و قصور کی طرف ان کی رغبت ہے نہ عذاب و قہر سے خوف رکھتے ہیں۔

فرمایا۔ بعض وقت گناہ گار بندہ گناہ سے فارغ ہو کر خالق حقیقی کے قریب ہو جاتا ہے۔ اور طاعت گذار بندہ عبادت سے فارغ ہو کر دور ہو جاتا ہے وہ اس طرح۔ کہ مومن گناہ کرکے پشیمان و شرمندہ۔ نادم و عاجز۔ خائف و تائب ہو کر نہایت عجز و ندامت کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں رہتے اس اعتراف گناہ کے ساتھ ہی بخشش و مغفرت کی ان الفاظ میں التجا کرتا ہے۔

"اے احکم الحاکمین۔ غفور الرحیم۔ مولا۔ عاجزوں۔ درماندوں۔ بینواؤں

بے کسوں کے دستگیر۔ گناہوں کو بخشنے اور توبہ کو قبول کرنے والے۔ جو کچھ میں نے کیا بہت بُرا کیا۔ میں اپنے اس کئے پر نادم ہوں۔ تو ستار العیوب وغفار الذنوب ہے میں بشریت و عصیان کا پُتلا ہوں۔ میرا کام بُھولنا اور تیرا کام بخشدینا ہے تو توبہ قبول کرنے والا۔ عذر خواہوں کے عذر ماننے والا ہے۔ بار الہٰا۔ اے غفور الرحیم مجھے اپنی رحمت سے بخشدے۔

برخلاف اس کے عبادت گذار اور اطاعت شعار اپنی طاعت وعبادت پر نازاں ہو کر دل میں خیال کرتا ہے کہ میری یہ عبادت بارگاہ الٰہی میں رائگاں نہیں جا سکتی۔ بلکہ مجھے اس کی مزدوری ضرور مل کر رہے گی۔ غرضیکہ عبادت کو طاعت کو معرفت الٰہی کا باعث سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی رحمت وخوشنودی سے دُور ہو جاتا ہے۔ حالانکہ عاقبت والوں پر دنیا اور دنیا والوں پر عاقبت (یعنی اجر ثواب) حرام ہے۔ اور اللہ والوں نے یہ دونوں چیزیں حرام سمجھ لی ہیں۔ کیونکہ جس پر رحمت الٰہی کی نظر پڑ جاتی ہے اُسے عاقبت کے اجر و ثواب کی خواہش نہیں رہتی۔ یا جس کی آنکھیں جمالِ یار سے روشن ہو جائیں اس کی نظر میں ماسوائے دیدار محبوب کے ہر ایک چیز تاریک ہو جاتی ہے یعنی جب جمال الٰہی کا سورج چمکتا ہے تو اس کے نور کے مقابل ثواب وآخرت کے ثوابت کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے۔ چنانچہ خواجہ سید اللہ علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے

"اے پروردگار! صرف تیرا جمال ہی باقی ہے اس کے سوا سب کچھ ونابود ہے۔ لیکن زاہد لوگ بہشت کے مزدُور ہیں دنیا کے طالب اُس

کی طلب میں بیمار و ناچار ہیں آخرت کے طالب اسی ثواب آخرت میں مشغول ہیں لیکن اپنے آقا و مالک کے طالب خوش و مسرور ہیں۔

فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں میں وہ بندہ محبوب ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے والدین۔ بیوی اور اولاد وغیرہ کی محبت بلکہ ان کی فکر معاش تک دل میں نہ رکھے۔ لہٰذا جب کوئی بندہ اپنے مولیٰ کی محبت میں یہ رتبہ حاصل کر لیتا ہے تو اوصافِ ایزدی سے متصف ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ نہ کسی سے وہ جنا اور نہ کوئی اس سے جنا۔

چنانچہ وہ خدا کی اس وحدانیت کے مطابق ہر تعلق سے دست بردار ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہ خدا کا محبوب بن جاتا ہے جیسے کہ آپ (غوث الاعظم علیہ الرحمۃ) خدا کے محبوب تھے۔

اقوالِ زرّیں

توکّل۔ فرمایا توکّل یہ ہے کہ اغیار کو چھوڑ کر خدا سے لو لگائی جائے اور اس کے سبب ظاہری کو انسان بھول جائے۔

صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کر کے ماسوا سے بے پروا ہو جانا توکل حقیقی ہے۔ اور ایسا توکل مقامِ فنا سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

عزیزانِ من! توکل کی حقیقت بعینہٖ اخلاص کی حقیقت ہے اور حقیقت اخلاص یہ ہے کہ اعمال سے معاوضہ کا ارادہ نہ کیا جائے۔

تعزز و تکبر۔ فرمایا تعزز یہ ہے کہ جو عزّت حاصل ہو اُسے اللہ کی راہ میں صرف کیا جائے۔ اس سے نفس ذلیل ہوتا ہے اور ارادت الی اللہ بڑھتی ہے اور تکبر یہ ہے کہ ہر قسم کی عزّت وراحت اپنے نفس کے لئے حاصل کیجائے اور اُسے اپنی خواہشات اور اپنے نفس میں صرف کیا جائے۔ (یہ قہرِ الٰہی کا باعث ہے)

توبہ و قبولیت توبہ۔ فرمایا جو چیز کہ شریعت میں بُری ہے اُس سے ہٹ کر اس چیز کی طرف آنا جو کہ شریعت میں نیک ہو اُسے توبہ کہتے ہیں۔ اس کی تین قسمیں ہیں (۱) ندامت (۲) خائف (۳) انابت

(۱) ندامت یہ ہے کہ اپنے گناہ سے نادم ہو کر خدا کی طرف رجوع کرنا۔ دوسری قسم خائف یہ ہے کہ خدا کے عذاب کے خوف سے خدا کی طرف رجوع کرنا۔ تیسری قسم انابت یہ ہے کہ نہ خوف عذاب سے نہ طمع ثواب سے بلکہ خدا کے امر کے لحاظ سے خدا کی طرف رجوع ہونا۔

اور قبولیت توبہ کی پہچان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی پہلی توجہ اپنے بندہ کے دل پر مبذول فرمانے کا اشارہ کر کے اُسے اپنی شفقت و محبت سے اپنی طرف کھینچ لے۔ ایسی حالت میں بندے کا دل اپنے مولا کی طرف کھنچ جاتا ہے۔ اور روح و قلب اس کے تابع ہو جاتی ہے۔

تقویٰ یا پرہیز گاری - فرمایا جو چیز شریعت میں نہ ہو اُسے ترک کرنے اور جو فعل شریعت میں ہو اس پر عمل کرنے کو پرہیز گار یا متقی کہتے ہیں۔

زہد - دنیا سے دل کو نہ لگانے بلکہ اُس کی طرف سے مُنہ موڑ لینا اور دنیا کی تمام فانی نعمتوں کی رغبت ترک کر دینے اور عاقبت کی دائمی راحتوں کے حصول کی کوشش کرنے کو زہد کہتے ہیں لیکن اس وقت تک کسی زاہد کا زہد کامل نہیں ہو سکتا جب تک وہ ان دس باتوں پر عمل کرنا اپنے اوپر لازم نہ کر لے۔

(۱) زبان کو قابو میں رکھے (۲) غیبت سے بچے (۳) کسی کو حقیر نہ جانے اور نہ کسی کی ہنسی اُڑائے۔ (۴) غیر محرم پر نظر نہ ڈالے (۵) راستی و راستبازی اختیار کرے (۶) انعامات و احسانات الٰہی کا اعتراف اور ہر حالت میں خدا کا شکر کرتا رہے۔ تاکہ تکبّر و غرور میں نہ پھنس جائے۔ (۷) خواہشات نفسانی سے پرہیز کر کے اپنا زر و مال راہِ خدا میں صرف کرے۔ (۸) اپنے نفس کے لئے بہتری و بھلائی نہ چاہے (۹) نماز پنجگانہ و دیگر فرائض الٰہی کی حفاظت کرے۔ (۱۰) سُنّت نبوی اور اجماع اُمّت اور اُن کے اخلاق حسنہ پر قائم رہے۔

صبر - فرمایا صبر تین حالتوں سے متعلق ہے۔ اس پر جس کے کرنے سے منع کیا گیا ہو۔ دوسرے اس پر جس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہو۔ تیسرے خدا کے حکم کے مطابق اس چیز سے ہاتھ اُٹھا لینا جس سے محبت ہو۔ یا ایسے ہجوم غم کا سامنا کرنا جس کی طاقت نہ ہو۔

لہٰذا ان سب حالتوں میں مستقل مزاج رہنا۔ خدا و رسول کے احکامات پر نہایت خوش دلی اور دل جمعی پر قائم رہنا صبر ہے۔ لیکن صبر کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) صبر اللہ (۲) صبر مع اللہ (۳) صبر علی اللہ۔ لہٰذا صبر اللہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر کو بجالاتا اور نواہی سے بچتا رہے۔ صبر مع اللہ یہ ہے کہ بغیر کسی قسم کی ترش روئی کے اظہار غنا کرتا رہے۔ صبر علی اللہ یہ ہے کہ ہر امر میں وعدہ وعید الٰہی کو مدنظر رکھ کر ہر وقت اس پر ثابت قدم رہے۔ لیکن دنیا سے آخرت کی طرف رجوع کرنا سہل ہے مگر مجاز سے حقیقت کی طرف رجوع کرنا مشکل ہے۔ اس سے زیادہ مشکل یہ ہے کہ خلق کو چھوڑ کر خالقِ حقیقی سے محبت کی جائے۔

صدق۔ فرمایا۔ اپنا ظاہر و باطن یکساں رکھنے اور باطن کو ظاہر سے انسب سمجھنے کو صدق کہتے ہیں۔ اقوال و افعال میں صدق یہ ہے کہ جمال الٰہی کو مدِنظر رکھ کر ان کو وقوع میں لائے۔ اور احوال میں صدق یہ ہے کہ ہر حال خواطر الٰہیہ سے گذرے۔

وفا۔ فرمایا حقوق الٰہی کی رعایت اور قولاً فعلاً اس کے حدود کی محافظت ظاہراً باطناً اس کی رضامندیوں کی طرف رجوع کرنے کا نام وفا ہے

فنا و بقا۔ فرمایا کہ عارف سترادنی کی تجلّی سے مشاہدۂ حق کر کے تمام اکوان کو حقیر سمجھ کر اشارۂ حق سے فنا ہو جائے۔ عارف کا اس طرح فنا ہو جانا ہی اس کی بقا ہے۔ یعنی اشارہ حق فنا کرتا ہے۔ اور اس کی تجلی

عارف کو بقا کی طرف لے آتی ہے فنا ہو کر بقا حاصل کرنا اسے ہی کہتے ہیں۔ تا وقتیکہ لقا حاصل نہیں ہوتی جب تک اس لقا سے فنا نہ ہو۔ اور اہل لقا کی یہ علامت ہے کہ ان کے اس وصف بقا میں کوئی فانی شے ان کے ساتھ نہ رہ سکے۔ کیونکہ بقا و فنا ایک دوسری کی ضد ہیں۔

رضا۔ فرمایا محبت الٰہی میں بڑھنا اور علم الٰہی کو کافی سمجھ کر قضا و قدر پر راضی رہنا رضائے الٰہی ہے۔

خوف و رجا۔ فرمایا۔ خوف کی کئی قسمیں ہیں (۱) گنہگاروں کو عذاب کا خوف ہوتا ہے۔ (۲) عابدین کو طاعت و عبادت الٰہی کا ثواب نہ ملنے یا کم ملنے کا۔ (۳) عاشقان الٰہی کو لقائے الٰہی حاصل نہ ہونے کا یا فوت ہو جانے کا۔

ان سب میں بلند مرتبہ خوف وہ ہے جو کہ عارفین کو اللہ تعالیٰ کی عظمت و ہیبت کے باعث ہوتا ہے یہ خوف زائل نہیں ہوتا بلکہ روز بروز بڑھتا ہی رہتا ہے۔

اور رجا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حُسنِ ظن ہو۔ لیکن نہ تو کسی طمع رحمت کے باعث اور نہ کسی ضرر یا نفع کے سبب۔

کیونکہ اہل اللہ کو یقین کامل ہے کہ ان کو ان کی تمام ضروریات سے فارغ کر دیا گیا ہے اسی لئے وہ اپنے اس علم کی وجہ سے مستغنی رہتے ہیں۔ ان کا یہ حُسن ظن و استغنا سب سے افضل ہوتا ہے لیکن رجا کے لئے خوف لازمی ہے

کیونکہ جس شخص کو اسباب کی اُمید ہو کہ وہ شاید ایک چیز اللہ تعالےٰ سے حاصل کرلے تو اُسے ساتھ ہی اس کے یہ خوف بھی ہوتا ہے۔ کہ کہیں وہ حاصل شدہ چیز اس سے واپس بھی نہ لی جائے۔ ایسا عارف معرفت صفات اللہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے خالقِ حقیقی سے حسنِ ظن بھی رکھتا ہے۔ اور پھر اسی سے ڈرتا بھی ہے۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رؤف و رحیم محسن و کریم ہے۔ تاہم اس کی عظمت اور جلال و شان بے نیاز کو بھی نظر انداز نہیں کرتا۔

حیا فرمایا حیا یہ ہے کہ تمام گناہوں کو خوف کی وجہ سے نہیں بلکہ حیا کی وجہ سے چھوڑ دے۔ اور بندہ اپنے خالقِ حقیقی کو ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھ کر اپنے افعال بد انجام دینے کی نسبت اس سے شرماتا رہے جس طرح قلب اور ہیئت کے درمیان حجاب اُٹھ جاتا ہے تو حیا پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر گناہوں سے قلب سیاہ ہو جائے تو حیا کا احساس ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اخلاص۔ فرمایا بندہ کے ہر ایک نیک عمل ریا سے خالص ہونے کا نام اخلاص ہے۔ حضرت سہلؒ کا قول ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ بندہ کی تمام حرکتیں محض اللہ ہی کے لئے ہوں۔ بعض بزرگوں کے خیال میں اخلاص یہ ہے کہ کہ "حُسنِ عمل" کو اپنی ذات کی طرف منسوب نہ کرے۔ بلکہ حق تعالےٰ کے امر سے منسوب سمجھے۔

محبّت فرمایا خالق حقیقی جو تیری حفاظت کرتا جو تمہیں ہر آفت و مصیبت و ہلاکت سے نجات دیتا جو اپنی نظر رحمت تجھ پر رکھتا ہے اس وحدہٗ لاشریک کو اپنا مولیٰ و محسن۔ والی سمجھنا اپنے ظاہر و باطن میں اپنی تمام حرکات و سکنات کا اس کو ناظر سمجھنا۔ اور ہر طریقہ سے بغیر کسی شریک کے اسی اللہ کا ہو جانا محبت ہے۔ شرکت محبت یہ ہے کہ خالق حقیقی کی مخلوق کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کے صلہ میں اپنے خالق حقیقی سے محبت کرنا۔

جیسے کہ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا قول ہے کہ انسان اپنے قلب کی خلقت و خصلت کے باعث اپنے احسان کرنے والوں سے محبت اور برائی کرنے والے سے بغض رکھتا ہے لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ اوصافاً چونکہ غیور و قہار ہے اس لئے محبت و طاعت میں شرکت کو پسند نہیں کرتا۔

یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے دل میں اپنی محبت ودیعت کرتا ہے تو اس پر اپنی مخلوق کو ہر قسم کے احسان کرنے سے روک دیتا ہے تاکہ وہ شخص اپنے خالق حقیقی کو ہی وحدہٗ لاشریک سمجھ کر یکتا جانے اور اسی کو دوست رکھے۔ اپنے ظاہر و باطن کے تمام حرکات و سکنات اسی کی مرضی پر منحصر جان کر اسی کا ہو جائے۔

عارف اکمل حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ

اہلِ دل کو محبت کہتے ہیں یعنی بندہ کا دل بغیر کسی تکلف و تکلیف کے اللہ تعالیٰ کے جمال کی طرف رجوع ہونے اور روح کو مشاہدہ جلال کے ساتھ انجذاب کرنے کو محبت کہتے ہیں ۔ جس کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) ذاتی - (۲) اسمائی یا صفاتی - (۳) آثاری یا افعالی -

چنانچہ محبت ذاتی یہ ہے کہ تعشق اور ارتباط اپنے محبوب حق کے ساتھ پیدا کیا جائے ۔ لیکن بندہ اپنے خالق کو باوجود اپنا محبوب یا حبیب سمجھنے کے اس کی جفا و وفا سے بے نیاز ہو جائے ۔

محبت اسمائی یا صفاتی یہ ہے کہ محبوب کے نام یا وصف سے محبت ہو اور اسی محبت اسمائی یا صفاتی کے ذریعہ محبوب کے افضال و انعام و اعزاز تک رسائی حاصل کی جائے ۔

محبت آثاری یا افعالی یہ ہے ۔ کہ سالک جس محبت الٰہی کو اختیار کر رہا ہو ۔ وہ اصول احکام و آثار ہوں ۔ اور ان اصولوں سے وہ محبّت پیدا کی جائے جو نقصان و زوال سے پاک اور تغیر و انتقال سے مبرا ہو ۔"

غرضیکہ بقول عارف اکمل حضرت جنید علیہ الرحمۃ

" محبت حقیقی وہ ہے کہ بندہ اپنے نفس سے دور اور اپنے رب کے ذکر کے قریب ہو کر جمیع حصول کے ادا کرنے میں کمر بستہ ہو جائے اور اپنے دل کے ساتھ حق تعالیٰ کی طرف دیکھنے والا ہو ۔ اور اس کا نفس شراب معرفت کے ایک ہی جام سے جل جائے اور اس کا دل انوار محبت سے روشن ہو جائے

حسنِ خُلق ۔ فرمایا حُسن خلق یہ ہے کہ تم پر جفائے خلق کا اثر نہ ہو یعنی خواہ کوئی شخص تم سے کسی قسم کی برائی کرے تمہارے دل پر نہ اُس برائی کا اثر ہو ۔ اور نہ تمہاری زبان پر برائی کرنے والے کا شکوہ ہو ۔

پس جب تم حق سے باخبر ہو چکے ہو تو ہر ایک عیب کو نفس سے وابستہ سمجھتے ہوئے نفس کو ذلیل سمجھو۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی اشرف المخلوق کے دلوں کو ایمان سے مزین کر کے اس میں اپنے جس قدر احکام ودلیعت فرمائے ہیں ان کی عزت کرتے ہوئے اس پر عمل کرو۔ یہی جوہر انسانی ہے اور اسی حسن خلق سے لوگوں کو آزمایا جا سکتا ہے۔

وجد فرمایا وجد اسے کہتے ہیں کہ انسان کی روح۔ ذکر الٰہی کی حلاوت میں اور نفس لذت طرب میں مشغول و مصروف ہو جائے۔ اور سِرّ (یعنی بھید یا احساس حقیقت) ہر ایک خیال سے خالی ہو کر صرف خالق حقیقی کی طرف متوجہ ہو۔

لہذا وجد محبت الٰہی کا وہ جام ہے جسے خالق حقیقی خود اپنے بندے کو پلاتے ہیے۔ اور جب بندہ یہ شراب محبت الٰہی پی لیتا ہے تو اس کا قلب اس قدر ہلکا ہو جاتا ہے کہ محبت الٰہی کے پروں سے اڑ کر مقام قدس میں پہنچ کر دریائے ہیبت میں گر کر بے ہوش ہو جاتا ہے۔

نصائح زریں آپ نے خاصانِ خدا کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اتباع کرنا سیکھو۔ بدعت کے کام نہ نکالو۔ اطاعت کیا کرو۔ الگ رہا اختیار نہ کرو۔ گناہوں سے آلودہ نہ ہوا کرو۔ بلکہ ان سے پاک رہا کرو۔ اپنے مالک حقیقی کے آستانہ پہ جمے رہو۔ صبر اختیار کرو۔ بے صبر نہ ہو۔ ثابت قدم رہو۔ تفرقہ سے بچتے رہو۔ رحمت الٰہی سے مایوس نہ ہوا کرو۔

ذکر الٰہی کرنے کے لئے اکٹھے ہو جایا کرو۔ فرقہ فرقہ میں بٹ کر متفرق نہ رہو۔ اپنی نفسانیت سے علیحدہ اور دعویٰ ملکیت سے دست بردار ہو جاؤ۔ اپنی سب اشیا، مالک حقیقی کے سپرد کر دو۔ اور اپنے دل کے دروازہ پر دربان بن کر بیٹھ جاؤ۔ صرف اُسے اندر جانے کی اجازت دو جسے اندر جانے کی اجازت ہے۔ یعنی نیک خواہشات کو، اور جسے اندر جانے کی اجازت نہیں۔ اُسے اندر جانے سے روک دو۔ خواہش نفسی کو ہرگز ہرگز اندر نہ جانے دو۔ یاد رکھو کہ یہ تجھے ہلاک کر دے گی۔

اہل مجاہدہ و محاسبہ کو دس نصیحتیں

(۱) اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کی قسم نہ کھاؤ۔ اس میں احتیاط رکھو کہ تمہاری زبان سے خدا کی قسم کا لفظ نہ نکلے۔ اس عادت کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انوار کا ایک دروازہ اُس کے قلب پر کھول دیا جاتا ہے اُسے رفعت پایہ حاصل ہوتی ہے اس کے عزم و ارادہ میں قوت و استحکام پیدا ہو جاتا ہے۔

(۲) جھوٹ سے بچو۔ بلکہ ہنسی مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولو۔ یہ عادت صادقہ اختیار کرنے پر اللہ تبارک و تعالیٰ شرح صدر فرمائیگا۔ اور علم صافی عطا کرے گا۔

(۳) ایفائے وعدہ کرو۔ تاکہ سخا و حیا کے مراتب تم پر آشکارا ہو سکیں۔

(۴) مخلوق الٰہی کے لئے لعنت کا لفظ استعمال نہ کرو۔ ابرار و صادقین کے اخلاق کا یہی طریقہ ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی حفظ و آبرو فرماتا ہے اور اُسے گز ند خلق سے مامون کر دیتا ہے۔

(۵) کسی کے لئے بدعا نہ کرو۔ بلکہ صبر کے ساتھ جور و ستم برداشت کیا کرو اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مخلوق میں اُسے محبت و قبولیت عامہ کا منصب عطا ہوتا ہے

(۶) اہل قبلہ میں سے کسی ایک کے مشرک۔ کافر۔ منافق ہونے کی بشارت قطعی نہ دو۔ اتباع سنت نبوی یہی ہے اور اسی بات سے انسان علم الٰہی میں مداخلت کرنے سے بچ سکتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایسا کرنے والے کو رحمت عامہ کے فیضان سے کثیر حصہ مل جاتا ہے۔

(۷) گناہ ظاہری یا باطنی ہوں ان سے بالکل قطع نظر کر ڈالو۔ اور اپنے جوارح کو بھی بچاؤ۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ قلب و جوارح کو اس کا اثر تمام جلد معلوم ہو جائیگا۔

(۸) اپنی معیشت و روزی کا بوجھ مخلوق پر نہ ڈالو۔ اس عادت سعیدہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی خدمت خوش اسلوبی سے ادا ہو سکتی ہے اور اسی میں کمال عزت ہے اسی سے یقین اور اعتماد علی اللہ کی صفات کی تکمیل ہوتی ہے

(۹) ابن آدم سے ذرہ بھر بھی طمع نہ رکھے۔ عزت، بزرگ غنا، خالص نقش صافی توکل شافی اسی خصلت میں ہے اور زہد و ورع کا حصول اسی بات پر منحصر ہے۔

(۱۰) تواضع اور مدارات کو اپنی عادت بناؤ اسی عادت میں جملہ طاعات شامل ہو جاتی ہیں۔ اسی میں علو منزلت ہے یہی کمال تقوے ہے اور اسی عادت سے صالحین تک رسائی ممکن ہے۔

فرمایا۔ اپنے احوال کی شکایت نہ اپنے کسی دوست سے نہ کسی قرابت دار سے اور نہ کسی دوسرے سے کیا کرو۔ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی شکایت کرنا ہے کسی مخلوق پر اعتماد اور بھروسہ نہ رکھو۔ اور نہ کسی سے کچھ سوال کرو۔ اور نہ کسی کو دل کی حالت بتاؤ۔

ہمیشہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی فاعل نہیں۔ اسی کے قبضہ میں ہر شے کی مقدار ہے۔

اگر کسی ضرر کے اللہ تعالیٰ تجھے گرفت کرے تو اس کے سوا اُسے دُور کرنے والا بھی نہیں۔

فرمایا۔ لوگ دربار شاہانہ میں جبھی باریاب ہو سکتے ہیں جبکہ صاف و پاکیزہ ہوں۔ تو پھر شہنشاہ حقیقی کے دربار میں نجاستِ عصیان اور شرک میں آلودہ ہونے سے کوئی داخل کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر تیرے دل میں کسی شخص کی محبت یا یقین ہو تو اپنے محبوب کے اعمال کو میزان سنت اور کتاب اللہ میں جانچو۔ پھر اس کے اعمال پسندیدہ اگر پورے اتریں تو اس سے محبت کیا کرو۔ اگر مکروہ اور خراب ثابت ہوں تو خود بھی اس سے کراہت رکھو۔

اگر ایسا نہ کرو گے تو تمہاری محبت کی بنیاد ہوائے نفس پر ہوگی۔ اور یہ

خواہش نفس تجھے اللہ تعالیٰ کی راہ سے گمراہ کردے گی جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ یعنی خواہش نفس کی پیروی نہ کرو۔ وہ تجھے اللہ کی راہ سے گمراہ کر دے گی۔

فرمایا۔ " ابتلا کا بطور عقوبت و عذاب ہونا اس طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ صبر جاتا رہے اور وہ شخص خلقت کے سامنے آہ وزاری کیا کرے اور ابتلا کا بطور کفارہ گناہ ہونا اس طرح ثابت ہے کہ صبر جمیل کے ساتھ اس کی برداشت ہو نہ کہ شکوہ شکایت و گریہ وزاری ہو۔

لقب محی الدّین کی وجہ تسمیہ

حضرت عمر کیمانی و شیخ عمر بزار سے نقل ہے کہ انہوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے لقب محی الدّین کا باعث کیا ہے ؟ تو آپ نے فرمایا :۔

میں ایک سفر میں بغداد کے قریب پہنچ رہا تھا۔ ایک نہایت ہی بیمار۔ نحیف زار شخص مجھے ملا۔ جو میری طرف آتے آتے ہوئے اپنی ناطاقتی اور لاغری کے باعث گر پڑا۔ میں نے دیکھا کہ اس کا چہرہ نہایت زرد اور پژمردہ تھا۔ اس نے مجھے کہا کہ اے دستگیر بے کساں۔ میرے حال زار پر رحم فرما کر دستگیری فرمائیے۔ اور اپنے چشمۂ آب حیات سے مجھے بھی ایک قطرۂ حیات عنایت فرمائیے۔ چنانچہ میں نے اس کو ہاتھ سے پکڑ کر جیسے ہی اٹھایا۔ وہ مثل پھول کے تر و تازہ و تندرست ہو گیا۔

میں ابھی متعجب ہی تھا کہ یہ کون شخص ہے ؟ تو اس نے مجھ سے کہا آپ مجھے پہچانتے ہو میں کون ہوں ؟ میں نے کہا۔ نہیں۔ تو اُس نے کہا میں تمہارے جدِ امجد کا دین اسلام ہوں۔

میری حالت (جیسے کہ آپ نے ملاحظہ فرمائی) نہایت ہی نحیف و ناتواں تھی اسی طرح دین اسلام بھی کمزور ہو چکا تھا اور جیسے مجھے آپ کے دست کرم نے توانا و تندرست کر دیا۔ اسی طرح دین اسلام کو بھی آپ کی تبلیغ و تلقین سے تقویت و ترقی ہوگی لہٰذا تم محی الدین (یعنی دین کے زندہ کرنے والے ہو۔

آپ فرماتے ہیں میں اس کو وہیں چھوڑ کر بغداد کی جامع مسجد میں پہنچا۔ اُس وقت میں پاؤں سے برہنہ تھا۔ ایک شخص نے مجھے سیدی محی الدین کہہ کر نعلین دی اور میں نے جامع مسجد میں دوگانہ ادا کر کے جیسے ہی سلام پھیرا۔ تو خلقت کا ہجوم مجھے محی الدین محی الدین کہتا ہوا میری طرف امڈ آیا۔

اس سے پہلے مجھے کسی نے اس لقب سے نہ پکارا تھا۔

عبادت و ریاضت

شیخ ابو عبداللہ بن ابو الفتح ہروی فرماتے ہیں:۔ کہ میں نے چالیس سال تک حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ علیہ کی خدمت کی۔ اتنے عرصہ میں آپ ہمیشہ باوضو رہے جب کبھی حدث لاحق ہوتا اسی وقت وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھتے۔ حتیٰ کہ چالیس سال تک آپ نے عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی۔

نماز عشاء ادا کرنے کے بعد آپ خلوت میں ذکر الٰہی میں مشغول رہتے پھر

کوئی شخص صبح تک آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکتا تھا۔

غرضیکہ میں نے یہی دیکھا کہ آپ رات کے پہلے حصہ میں نمازیں پڑھتے۔ اور درمیانی حصہ میں ذکر الٰہی کرتے۔ تیسرے حصہ میں ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے۔ اور پھر ایک طویل سجدہ میں اپنی پیشانی مبارک نہایت عجز و انکساری سے زمین پر رگڑتے۔ جب صبح کو میں آپ کا روئے مبارک دیکھتا تو مثل خورشید درخشاں کے منور پاتا۔

شیخ ابو الحسن سے نقل ہے کہ حضرت سلطان جہاں قطب زماں غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں پچیس سال عراق کے بیابانوں میں سیر کرتا رہا۔ اور چالیس سال عشا کے وضو سے کھڑے ہو کر میں نے ایک جگہ فجر تک قرآن مجید ختم کیا۔

ایک رات کا ذکر ہے کہ میرے نفس نے خواب کی آرزو کی۔ میں نے اس کے کہنے پر عمل نہ کیا بلکہ اسی جگہ کھڑے ہو کر قرآن مجید ختم کیا۔ تو خواب ایک مہیب شکل میں میرے سامنے آئے میں نے اس پر غصہ کیا۔ اور ایک آوازہ کیا۔ وہ خدا کی توفیق سے دفع ہو گئی۔ اسی طرح دنیا اور اس کی تمام آرائش مختلف خوفناک شکلوں میں میرے سامنے آئیں۔ اور میں اسی طرح دہشتناک آوازیں کرتا رہا اور وہ سب غائب ہوتی گئیں۔ بسا اوقات تیس روز سے چالیس روز تک روزہ رکھتا تھا۔ لیکن کوئی چیز میسر نہ آتی جس سے روزہ تک افطار کروں۔

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:۔

ایک دفعہ سردی کا موسم تھا سردی بھی اس شدت کی تھی کہ رات سے

دانت بج رہے تھے۔ میں اس سخت سردی کو جب برداشت نہ کر سکا مجبوراً کسریٰ کے ویران محل کے اندر چلا گیا تاکہ سردی سے کچھ تو امن ہو۔ اسی حالت میں مجھ کو غسل کی حاجت ہوئی۔ اور میں نے نکل کر دریا پر غسل کیا۔ اتفاق کی بات تھی۔ کہ اس رات جب میں آنکھ بند کرتا مجھے غسل کی حاجت ہوتی لیکن میں نے کاہلی نہ کی۔ باوجود سخت سردی اور غنودگی کے ہر بار میں نے دریا پر جا کر غسل کیا۔ آخر میں سونے کا خیال ترک کر کے محل کی چھت پر چڑھ کر نماز پڑھنی شروع کر دی حالانکہ اس بلا کی سردی تھی کہ نماز میں کھڑا ہونا مشکل تھا۔

پھر فرماتے ہیں کہ

میں کئی سال کرخ کے ویران میدانوں میں پھرتا رہا۔ اور صحرائی کھجوریں کھاتا رہا۔ میرا لباس صرف ایک صوف کا جُبّہ تھا۔ جو کوئی نیک بخت لا کر میرے بدن پر اڑھا دیتا تھا۔ وشت پیمائی میں برہنہ پا ہونے کے باعث میرے پاؤں میں چھالے پڑ گئے تھے اور میرے شباب کا وہ زمانہ تھا جب کہ لوگ عموماً اپنی خواہشات نفسانی میں مغلوب ہو جایا کرتے ہیں لیکن بفضل ایزدی میں اپنے نفس پر غالب تھا اور مجھے دنیا کی ہر چیز سے نفرت تھی۔ نہ اچھا کھانا کھاتا تھا نہ اچھے لباس پہننے کی خواہش تھی۔ نہ اچھے مکان اور راحت و آرام کی چاہ تھی۔ نہ طلب عزت و جاہ تھی۔

صرف ایک ہی چیز کا میرے دل میں گذر تھا۔ وہ چیز خدا تھا جس کا میں طالب تھا۔ یاد تھی تو اس کی یاد تھی۔ اور طلب تھی تو اس کی ہی طلب تھی۔

شیخ عثمان حیرفی کا بیان ہے کہ

"میں نے غوث پاک علیہ الرحمتہ سے سُنا۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں جنگلوں میں ریاضت و مجاہدہ کیا کرتا تھا۔ تو اکثر شیاطین بصورت سوار و پیادہ میرے ساتھ لڑنے پر آمادہ ہو جاتے جو طرح طرح کے ہتیاروں سے مسلح اور مہیب شکلوں میں صف بہ صف میرے سامنے ہو کر مجھے خوف دلاتے۔ مجھ پر آگ پھینکتے اور مارنے و لڑنے کے لئے دھمکاتے۔ مگر میں اپنے دل میں ایک قسم کی ہمت و استقلال شجاعت و ثابت قدمی پاتا۔ نیز غیب سے میرے کانوں میں ڈھارس کی ندا آتی اور میرا دل مجھ سے کہتا۔ کہ

"اے عبدالقادر اُٹھ میدان میں نکل کر اُن سے مقابلہ کر اللہ تعالیٰ تیری مدد کرے گا۔"

چنانچہ میں ان کا مقابلہ کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ میری مدد فرما کر مجھے اُن پر غالب فرماتا۔

فرمایا۔ بعض اوقات مجھ پر ایسے ایسے باطنی بارگراں پڑے ہیں کہ اگر وہ پہاڑ پر پڑتے تو اُن سے پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ میں اس وقت اپنا پہلو خاک پر رکھ دیتا اور قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ط پڑھتا اور اللہ تبارک و تعالیٰ اس بوجھ کو مجھ سے دُور کر دیتا۔

فرمایا۔ ایام ریاضات کا ذکر ہے کہ ایک روز میں سردیا برہنہ سر

صحرا نورد تھا۔ پاؤں کانٹوں سے چھلنی ہو گئے تھے۔ آفتاب کی تمازت سے بدن جل رہا تھا۔ مگر میں اپنی حالت میں محو تھا۔ اسی حالت میں چلتے چلتے میں گر کر بے ہوش ہو گیا۔ لوگ مجھے مُردہ سمجھ کر آبادی میں لے آئے۔ اور وہاں اُنھوں نے میرے کفن دفن کی تیاری کی لیکن مجھے تختۂ غسل پر ڈالکر میرے بدن پر جب پانی ڈالا گیا تو پانی پڑتے ہی مجھے ہوش آگیا۔ میں اُٹھ بیٹھا اور سمجھا کہ اللہ تعالےٰ نے حیات تازہ عطا فرمائی۔"

فرمایا۔ ایک دفعہ میرے سامنے نورِ عظیم جلوہ ریز ہُوا جو سارے آفاق پر چھایا ہوا تھا۔ یہ نور آہستہ آہستہ میرے قریب تر ہوتا گیا۔ پھر اس میں مجھے یہ ندا ہوئی۔

"اے عبدالقادر! میں تیرا رب ہوں۔ اور میں جملہ محرمات تم پر حلال کرتا ہوں"

میں نے سمجھ لیا۔ کہ یہ شیطان لعین ہے۔ چنانچہ میں نے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ پڑھا تو وہ نور تاریکی سے بدل گیا۔ اور اس میں نہایت بدبو نکلی۔ اور پھر مجھے ندا ہوئی۔ کہ اے عبدالقادر! تو اپنے علم کی وجہ سے میرے مکر سے بچ گیا ورنہ میں اسی طرح ستر نامور شخصوں کو گمراہ کر چکا ہوں۔ میں نے اس سے کہا:۔

مجھے میرے علم نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان نے تجھ سے

بچایا۔ لوگوں نے پُوچھا کہ یاغوث الاعظم آپ نے کیسے جانا کہ یہ شیطان ہے۔ فرمایا اُس کے یہ کہنے سے کہ محرمات کو تم پر حلال کرتا ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ حرام اور فحش باتوں کو نہ تو پسند کرتا ہے اور اُن کا حکم دیتا ہے۔

خصائل و فضائل آپ کی ذات ستودہ صفات مجمع البرکات میں اس قدر خصائل و فضائل جمع تھے کہ اکثر علمائے کرام و اولیائے عظام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ آپ کے زمانہ میں آپ ایسے اوصاف کا کوئی شیخ نہیں دیکھا گیا۔

چنانچہ حافظ ابوسعید عبدالکریم بن محمد بن منصور السمعانی نے اپنی تصنیف میں بیان کیا ہے کہ آپ وقت کے امام ہمام شیخ الوقت فقیہ و صالح تھے۔ اور نہایت رقیق القلب تھے ہمیشہ ذکر و فکر میں رہا کرتے تھے۔

حافظ زین الدین بن رجب نے اپنی تصنیف طبقات میں لکھا ہے کہ آپ شیخ وقت و علامہ دہر تھے۔ قدوۃ العارفین۔ سلطان المشائخ اور اور اہل طریقہ کے سردار تھے۔ آپ کو مخلوق الٰہی میں قبول عام حاصل ہوا۔ آپ اپنے علم و عمل۔ مکاشفات و کرامات سے دُور دُور تک مشہور ہو گئے غربا و مساکین نے آپ کے لطف و کرم سے فیض حاصل کیا۔ خلفاء وزراء امرا تک آپ کی عظمت کے قائل تھے۔

امام حافظ ابوعبداللہ محمد بن یوسف نے اپنی تصنیف المشیخۃ البغداد میں تحریر کیا ہے۔ کہ آپ مستجاب الدعوات اور نہایت رقیق القلب علم دوست

نہایت خلیق منکسر المزاج اور سخی تھے۔ ہمیشہ ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ عبادت کی محنت و مشقت برداشت کرنے میں آپ نہایت مستقل مزاج اور راسخ القدم تھے

ابو عبداللہ محمد کا قول ہے کہ آپ رقیق القلب خوش اخلاق اور نہایت ہی فیاض تھے۔ کسی شخص نے کسی وقت بھی آپ کی زبان مبارک سے کوئی لغویات یا فحش کلام نہیں سنا اور نہ آپ کے روبرو کوئی شخص بے ہودگی اور فحش گوئی کی جرأت ہی کر سکتا تھا۔ کیونکہ آپ کو ایسی باتوں سے سخت نفرت تھی۔

آپ کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ ایک سکین غریب الحال درویش کو آپ نے متفکر دیکھ کر ایک روز پوچھا۔

"کیوں کیسے ہو؟ اور آج مغموم کیوں ہو؟

"اس نے عرض کیا میں دریا کے پار جانا چاہتا تھا لیکن ملاّح کشتی کی مزدوری لئے بغیر مجھے دریا کے پار نہیں لے جاتا۔

آپ ابھی اسی فکر میں تھے کہ ایک دنیا دار مرید نے حاضر ہو کر زر سے بھری ہوئی تھیلی آپ کی نذر کی۔

چنانچہ مرید سے وہ تھیلی قبول کر کے آپ نے اس غریب الحال درویش کے حوالہ کرتے ہوئے فرمایا

جاؤ اس ملاح کو یہ تھیلی دے دو اور اس سے کہدو کہ آئندہ جس غریب الحال تہی دست کے پاس دریا کے پار جانے کے لئے کشتی کا کرایہ نہ ہو۔ بغیر کرایہ ہی کے دریا کے پار اُتار دیا کرے۔

ابو المظفر کہا کرتے تھے کہ میں نے حضرت غوث الاعظم علیہ الرحمۃ ایسا

کوئی خلیق و شفیق نہیں دیکھا۔ کہ باوجود آپ کی ظاہری شوکت حشمت کے سامنے سلاطین تک تھرتھرایا کرتے تھے۔ لیکن آپ مسکین بے نوا۔ غرباء سے اس اخلاق وحمیت سے ملتے تھے۔ کہ ہر شخص اپنے دل میں یہی خیال کرتا تھا کہ آپ مجھے سب سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ آپ ہمیشہ مسکین مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے۔ غریبوں کے ساتھ بیٹھا کرتے اور ہمیشہ ان کا ساتھ دیتے۔ بڑی عمر والوں کا احترام کرتے۔ تہی دست درویشان صالح کو محبت و اخلاص سے گلے لگاتے۔ مریضوں کی بیمار پرسی فرماتے۔ اور کسی سائل کا سوال رد نہ فرماتے تھے۔

آپ کی خدمت عالیہ میں جسقدر تحائف و نذریں آتیں اگرچہ آپ ان کو ہاتھ نہ لگاتے تھے تاہم غربا کی نذریں آپ بخوشی قبول فرمایا کرتے تھے۔ یہ تحائف و زر نقد جس قدر آپ کے معتقدین پیش خدمت کرتے اس کے عوض کوئی نہ کوئی چیز تبرکاً آپ بھی ان کو مرحمت فرمایا کرتے تھے۔

اور جس قدر یہ زر نقد آپ کے پاس جمع ہوتا آپ کے خادم مصارف خیر یعنی محتاجوں مسکینوں غریبوں درویشوں کی ضروریات زندگی میں خود صرف کر دیا کرتے تھے۔

صاحب دل مسکین درویشوں کے علاوہ آپ نے کبھی کسی امیر شخص بلکہ بادشاہ وقت تک کی تعظیم نہ کی۔ نہ ان کی دعوت قبول کی اور نہ ان کی خدمت میں کبھی خود تشریف لے گئے

شیخ ابو العباس الخضر الحسینی موصلی کا بیان ہے۔ کہ

"ہم کئی لوگ ایک رات کو جناب شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے

مدرسہ میں حاضر تھے کہ خلیفہ المستنجد باللہ ابوالمظفر یوسف بن المقتفی بامر اللہ آپ کی خدمت میں تشریف لائے ۔ اور بعد سلام نصیحت وہدایت حاصل کرنے کی غرض سے آپ کے سامنے زانوئے ادب تہ کرنے کے ساتھ ہی خلیفہ بغداد نے دس عدد زر نقد کی تھیلیاں آپ کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ نے یہ تمام زر نقد قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

لیکن جب خلیفہ وقت نے قبول کرنے کے لئے بمنت بہت اصرار کیا تو آپ نے اس کے اصرار سے دو عمدہ سی تھیلیاں ایک داہنے اور دوسرے بائیں دست مبارک سے اُٹھا کر ان دونوں تھیلیوں کو جب نچوڑا تو ان سے بجائے زر نقد کے خون ٹپکنے لگا ۔ پھر خلیفہ بغداد سے فرمایا

کیا تم اللہ سے نہیں شرماتے ۔ یہ اپنی رعایا کا خون ناحق میرے پاس لئے ہو ۔ خلیفہ آپ کی اس کرامت ونصیحت سے اسقدر متاثر ہُوا کہ مارے ندامت کے بیہوش ہو گیا۔

جب خلیفہ کے ہوش وحواس ذرا درست ہوئے تو پھر فرمایا۔

"جاؤ ۔ اگر رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نسب کی عزت وحرمت مدنظر نہ ہوتی تو میں اس خون کو تمہارے محلوں تک بہا دیتا۔"

آپ اپنے زمانہ کے ایک قحط کا ذکر فرماتے ہوئے بیان فرماتے ہیں :-

"شہر میں عالمگیر قحط تھا۔ عام لوگ روٹی کے ٹکڑے کے لئے محتاج ہو چکے تھے ۔ مجھے بھی کئی دن تک کھانے کو کچھ نہ ملا۔ آخر فاقوں سے تنگ آ کر میں دریائے دجلہ کے کنارے اس غرض سے آیا کہ سبزی یا اشیاء خوردنی وغیرہ جو لوگ اکثر دریا

میں پھینک دیا کرتے ہیں۔ اسی سے بھوک کی آگ بجھاؤں۔ لیکن دریا کے کنارے میری طرح سیکڑوں بھوکے لوگ وہاں موجود تھے اور انہوں نے دور دور تک پھر کر جو چیز جہاں سے پائی کھالی تھی۔

میں مجبور و مایوس ہو کر وہاں سے شہر میں لوٹ آیا۔ دن بھر شہر کے بازاروں اور گلیوں میں پھرتے اور کھانے کی چیز تلاش کرتے کرتے جب تھک کر چور ہو گیا تو سوق الریحانین کی ایک مسجد میں آکر بیٹھ گیا۔ اس وقت میری حالت بہت ہی نازک تھی۔ بھوک کے مارے میری نبضیں چھوٹنے کو تھیں۔ اتنے میں ایک فارس کا رہنے والا نوجوان چند روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت لا کر میرے ہی روبرو کھانے لگا جسے دیکھ کر میرا جی اس قدر للچایا۔ کہ جب وہ لقمہ نگلنے کے لئے اپنا منہ کھولتا تھا تو بے اختیار میرا بھی منہ کھل جاتا تھا۔ اپنی یہ بے خودی اور بوالہوسی دیکھ کر میں نے اپنے نفس کو ملامت کرتے ہوئے اپنے آپ کو صبر استقامت کی تلقین کرتے ہوئے کہا۔ اتنی بے صبری اور بوالہوسی سے کیا حاصل۔ رازق خداوند ہر جگہ حاضر و ناظر ہے مرنا بھی برحق ہے۔ پھر اتنی بے صبری کس کام کی۔

اتنے میں اس نوجوان نے مجھے مخاطب کر کے کہا

بھائی آؤ تم بھی شریک طعام ہو جاؤ۔ میں نے انکار کیا مگر اس نے اصرار کر کے آخر زبردستی مجھے شریک طعام کر لیا۔

ابھی میں نے دو چار نوالے ہی کھائے ہوں گے کہ اس نے میرے حالات دریافت کرنے شروع کئے۔

میں نے کہا۔ میں جیلان کا باشندہ ہوں اور تحصیل علم کے لئے یہاں آیا

ہوں۔ اس پر اُس نے کہا میں بھی جیلان کا ہی رہنے والا ہوں اور کئی روز سے ایک شخص عبد القادر نام کو تلاش کر رہا ہوں۔ بلکہ اُس کی تلاش میں میں اپنا زاد راہ بھی یہاں ختم کر چکا ہوں۔

یہ سنکر میں نے کہا۔ عبد القادر تو میرا ہی نام ہے۔

میرا نام سنکر وہ چونک پڑا۔ اور نہایت نادم ہو کر اُس نے کہا۔ مجھے معاف کرنا۔ آج میں تمہاری امانت سے مجبوراً اس قدر خیانت کرنے کا مجرم ہوا ہوں جس رقم کا یہ کھانا آپ کے اور میرے سامنے ہے تاہم خدا کا شکر ہے کہ حق بحقدار رسید کے مطابق اس کھانے میں آپ بھی شامل ہیں۔ یہ سُن کر میں نے بھی خدا کا شکر کیا کہ میں کسی کے حق اور احسان میں شامل نہ ہُوا۔

چنانچہ کھانا کھاتے ہی اس شخص نے بقایا دام میرے سامنے رکھ کر کہا کہ یہ رقم کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو پہچانے کے لئے مجھے دی تھی جس میں جسقدر رکم ہے وہ اس کھانے میں خرچ ہوئی ہے للہ میری اس جرأت اور خیانت کو معاف فرمائیں۔

لیکن میں نے وہ بقایا رقم اس سے اس لئے لینی مناسب خیال نہ کی کہ وہ میری تلاش میں اپنا تمام زاد راہ خرچ کر چکا تھا۔ اور اب اُس کے پاس نہ کھانے کو نہ آنے جانے کے لئے ایک حبہ تک تھا۔ لہذا میں نے وہ تمام رقم اس کو بخوشی بخشدی۔

اسی طرح شیخ ابو محمد بن طلحہ بن مظفر سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت

غوث الاعظم محبوب سبحانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مجاہدہ کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا۔

ایک دفعہ بغداد شریف میں کئی دن تک مجھے کھانے کو کچھ میسر نہ آیا تو میں مجبور و لاچار ہو کر ایوان کسریٰ کے کھنڈرات کی طرف چل دیا تاکہ وہاں کوئی پھل یا کوئی حلال چیز مجھے مل جائے جس سے میں اپنی بھوک کو دفع کر سکوں لیکن وہاں میں نے ستر درویشان سکین کو اسی تلاش و جستجو میں دیکھ کر واپس چلا آیا تاکہ میں ان کی اس اُمید میں سہیم و شریک نہ ہوں لیکن جب میں شہر میں آیا تو دفعۃً ایک واقف حال شخص نے مجھے ایک اشرفی دیتے ہوئے کہا کہ یہ آپ کی والدہ نے آپ کو بھیجی ہے۔

چنانچہ یہ اشرفی لے کر میں سیدھا ایوان کسریٰ کے کھنڈرات میں اُن ستر فقراء کے پاس پہنچا۔ جو بُری طرح بھوک سے بیتاب ہو کر کھانے کی چیزیں تلاش کر رہے تھے۔

اُنہوں نے مجھ سے پوچھا یہ کیا ہے؟

میں نے کہا یہ میری والدہ ماجدہ نے مجھے بھیجی ہے۔ میرے دل نے یہ گوارا نہ کیا کہ میں اس میں سے تنہا کھانا کھاؤں۔ اور تم سب کو اس میں شریک نہ کروں چنانچہ۔ جسقدر رقم ان ستر فقراء کی دعوت طعام سے بچی وہ بھی شہر میں آکر بہت سے ساکین درویشوں کے ساتھ کھانے میں خرچ کر دی۔ اور رات کو ایک حبہ تک اپنے پاس نہ رکھا۔

غرضیکہ آپ کے خصائل و فضائل کا مختصر خاکہ ایک بزرگ نے ان الفاظ میں

کھینچا ہے۔ اس کا مجمل ترجمہ عرض کر دیا جاتا ہے۔

سید شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اس قدر رقیق القلب تھے کہ بہت جلد اُن کے آنسو رواں ہو جاتے تھے حد درجہ خوفِ خدا میں رہا کرتے تھے۔ اگرچہ لوگوں پر آپ کی شوکت عظمت کی ہیبت طاری رہتی تھی۔ تاہم خلق میں آپ کا درجہ بہت بلند تھا۔

آپ مستجاب الدعوات تھے۔ یعنی آپ کی دعائیں مقبول ہوتی تھیں۔ آپ فحش غیبت سے دُور، اور صداقت و مروّت سے بہت قریب تھے۔ احکام ایزدی کی خلاف ورزی سے آپ غضب ناک ہو جاتے تھے لیکن اپنی ذات، اور نفس کے لئے کسی کو اُف تک نہ کرتے تھے۔ خدائی معاملات کے بجز آپ کا چہرہ انور کبھی مکدر نہ ہوتا تھا۔ اور نہ کسی سائل کا سوال ہی ردّ کرتے تھے خواہ وہ اُن کے جسم مبارک کے کپڑے تک ہی کیوں نہ طلب کرے۔

غرضیکہ علم نے ان کو نہایت مہذّب، صاحب انتقاد، شائستہ بنا دیا تھا۔ قربت ایزدی آپ کی ادیب، اُنس ندیم، اور ہم نشین اور روزینہ آپ کا صدق و یقین تھا۔ فتح آپ کی سرمایہ داری۔ جوہر آپ کا بُردباری ذکر الٰہی آپ کا مدار المہام۔ مکاشفہ۔ طعام۔ مشاہدہ شفا۔ شریعت آپ کا ظاہر، اور حقیقت آپ کا باطن تھا۔

ظہور کرامات

معجزہ۔ کرامت اور استدراج میں فرق ہے۔ آئمہ کرام نے کرامت اور استدراج کے امتیاز کی نسبت یہ قانون بیان فرمایا ہے۔

(۱) خوارق عادات - یعنی خلاف عادات امور سے جب کوئی امر کسی سے بطریق حق و راہ مستقیم واقع ہو تو وہ معجزہ کہلاتا ہے اور یہ انبیائے کرام علیہم السلام سے مخصوص ہے۔

(۲) کرامت اولیاء اللہ سے مخصوص ہے

(۳) کرامت کے ماسوا جو خرق عادات بطریق راہ حق نہ ہوں بلکہ بطریق باطل و مقرون بہ شر ہو اُسے استدراج کہتے ہیں۔

شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام کا قول ہے کہ باوجود صاحب ازواج و اولاد ہونے کے آپ اپنا بہت سا وقت اور زر کثیر لوگوں میں خرچ کرنے کے علاوہ عبادات و مجاہدات میں بھی مشغول رہتے تھے۔ ہمیشہ شریعت کے قدم بقدم چلتے اور لوگوں کو شریعت کی تلقین کرتے لیکن جس قدر کرامات کا تواتر آپ سے ظہور ہوا وہ میں نے کسی اور ولی اللہ سے نہیں دیکھا۔

عبداللہ ذیال بیان کرتے ہیں :-

کہ سنہ ۵۶۰ھ کا واقعہ ہے کہ میں ایک روز جناب شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کے مدرسہ میں موجود تھا میرے سامنے آپ اپنے دولت خانہ سے عصا ہاتھ

میں سے باہر تشریف لائے اسوقت میرے دل میں یہ خیال گذرا کہ آپ اس عصائے مبارک سے اپنی کوئی کرامت دکھلاتے۔

میرے اس دلی خیال آتے ہی آپ نے میری طرف مسکراتے ہوئے دیکھ کر اپنا عصا زمین میں گاڑ دیا۔ تو ان کا عصا مبارک روشن ہو کر چمکنے لگا۔ تقریباً ایک گھنٹہ تک اس کی روشنی چمکتی رہی جس سے تمام مکان روشن ہو گیا۔

پھر آپ نے اپنا عصا اُٹھا لیا اور مجھ سے فرمایا:۔

ذیال! کیا تم یہی چاہتے تھے نا؟

شیخ عدی بن ابوالبرکات کی روایت ہے۔

" کہ میرے والد ماجد نے اپنے عم بزرگوار شیخ عدی بن مسافر سے نقل کر کے بیان کیا ہے کہ ایک روز کا ذکر ہے کہ جناب شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ اپنے مدرسہ میں اہل مجلس سے ہمکلام تھے کہ اتنے میں بارش ہونے لگی۔ چونکہ ہزارہا لوگ آسمان تلے بیٹھے تھے اس لئے آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر فرمایا۔

" میں تو تیرے لئے (یعنی خدا کے) لوگوں کو جمع کرتا ہوں۔ اور تو انہیں بکھیرنا چاہتا ہے "

آپ کے اس ارشاد کے ختم ہوتے ہی بارش مدرسہ پر تو برسنے سے موقوف ہو گئی۔ مگر مدرسہ کے ارد گرد برستی رہی۔

شیخ عبداللہ محمد بن ابی الغنائمی الحسینی کا بیان ہے کہ

ایک روز کا ذکر ہے کہ شیخ ابوالحسن علی الھیتی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں تشریف لانے میں بھی اس وقت اُن کے ہمرکاب تھا کہ

آپ کے دولت خانہ کی دلیز پر ایک نوجوان نے رجوچت پڑا تھا شیخ ابوالحسن علی الہیتی سے یہ منت استدعا کی کہ آپ شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں جا رہے ہیں تو ان سے میری نسبت بھی سفارش کیجئے گا۔

چنانچہ ہم آپ کی خدمت میں پہنچے تو باوجود اس کے کہ شیخ ابوالحسن الہیتی ؒ نے آپ سے کچھ کہا ہو آپ نے خود ہی ان سے فرمایا کہ ہم نے یہ نوجوان آپ کو ہی دے دیا۔

شیخ ابوالحسن علی الہیتی یہ سنتے ہی واپس ہوئے اور میں بھی ان کے ساتھ جیسے ہی باہر پہنچا تو انہوں نے اس نوجوان کو اسبات کی اطلاع دی کہ جناب سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ نے تمہاری نسبت میری سفارش منظور کر لی ہے

نوجوان یہ سنتے ہی خوش ہو کر دلیز سے اُٹھ کر ہوا میں اڑ گیا۔ ہم دونوں پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے دریافت کیا کہ یہ کیا واقعہ تھا تو آپ نے فرمایا۔

" یہ نوجوان ہوا میں اڑتا ہوا بغداد سے گذرا اور اسے زعم تھا کہ بغداد میں مجھ ایسا کوئی نہیں۔ اس لئے میں نے اس کا سب حال سلب کر لیا تھا۔ اگر شیخ ابوالحسن علی الہیتی اس کی سفارش نہ کرتے تو میں اُسے ہرگز نہ چھوڑتا۔

ابوالمنصور کا بیان ہے کہ

میں ایک روز آپ کی مجلس مبارک میں حاضر ہوا۔ میری بغل میں علم فلسفہ کی ایک کتاب تھی۔ آپ نے مجھ سے بغیر کتاب دیکھے فرمایا۔ اے منصور! یہ کتاب تیری رفیق بد ہے اس سے الگ رہو میں نے آپ کے اس ارشاد کو

بظاہر تو بپاس ادب قبول کیا لیکن دل میں اس پر عمل کرنے کا ارادہ نہ رکھا۔ اس پر آپ نے فرمایا:

"اے منصور! یہ کتاب مجھے بھی دکھاؤ۔ دیکھیں اس میں کیا لکھا ہے؟ آپ کے اس ارشاد کے مطابق میں نے وہ کتاب آپ کو دی اور آپ نے اس کی ورق گردانی کر کے وہی کتاب مجھے واپس دیتے ہوئے فرمایا۔

"اس میں تو قرآن مجید کے فضائل تحریر ہیں اور خوب محنت سے جمع کئے گئے ہیں چونکہ مجھے علم تھا کہ یہ کتاب تو فلسفہ کی ہے اس میں قرآن مجید کے فضائل کیسے جمع ہو گئے۔ اس لئے میں نے تعجب سے اس کتاب کو کھول کر جب دیکھا تو فی الواقعہ فضائل قرآن سے معمور پایا۔ میری اس حیرانی کو دیکھ آپ نے فرمایا۔

اے منصور! کبھی کسی ایسی بات کا زبان سے اقرار نہ کیا کرو جس کا دل میں انکار ہو اس بات سے توبہ کرو اور زبان و دل کو یکساں رکھا کرو۔

شیخ ابوالحسن علی قرشی کا بیان ہے کہ ایک روز ہم اور شیخ علی ابن النصر الہیتی جناب غوث پاک کی خدمت میں حاضر تھے کہ اس وقت ابوغالب فضل اللہ بن اسمٰعیل بغدادی نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی سنت کے مطابق آپ بھی میری دعوت قبول فرما کر میرے غریب خانہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے فیضیاب فرمائیں

آپ نے ابوغالب کی یہ التجا سنکر اپنا سر جھکا لیا۔ اور کچھ دیر بعد اپنا سر اُٹھا کر فرمایا۔

" اچھا تیرا مدعا بر لانا خدا کی قدرت سے کیا بعید ہے تیری دعوت بھی ہمیں منظور ہے

چنانچہ آپ خچر پر سوار ہو کر اس کے مکان پر تشریف لے گئے۔ شیخ علی الہیتی بھی ہمراہ تھے۔ مجمع دعوت میں بھی اور بہت سے مشائخ موجود تھے۔ ابو غالب میزبان نے ایک دستر خوان بچھوایا۔ اور اس پر طرح طرح کے عمدہ لذیذ کھانے چُننے کے بعد ایک سر بہ مہر مٹکے کو بھی لا کر دستر خوان کے کنارے رکھوا دیا۔

آپ سر جھکائے بیٹھے تھے اور تمام اہل محفل پر آپ کے رعب سے عالم سکوت طاری تھا۔ اس مٹکے کو دیکھتے ہی آپ نے شیخ علی سے فرمایا کہ اس مٹکے کو میرے پاس اٹھا لاؤ اور اس کو کھول کر تمام اہل محفل کو دکھا دو۔ وہ تعمیل ارشاد بجا لائے اور جیسے ہی اس مٹکے کو انہوں نے کھولا تو سب اہل محفل نے دیکھا کہ ایک لڑکا فالج اور جذام کا مارا نہایت نحیف و زار مٹکے میں بند تھا۔ لیکن آپ نے اس لڑکے کو دیکھتے ہی فرمایا۔

"اب اُٹھ اللہ کے حکم سے تیرے تندرست ہونیکا وقت آ گیا ہے"

چنانچہ آپ کا یہ ارشاد سنتے ہی وہ لڑکا تندرست آدمیوں کی طرح اُٹھ کر چلنے پھرنے لگا۔ اور تمام حاضرین محفل آپ کی یہ کرامت دیکھ کر محو حیرت ہو گئے اور آپ اہل محفل کی اسی محویت میں وہاں سے کھانا تناول کئے بغیر اپنے دولت خانہ پر واپس آ گئے۔

ابو سعید عبداللہ بن احمد ازجی کا بیان ہے۔

کہ میری ایک سولہ برس کی کنواری لڑکی جس کا نام فاطمہ تھا۔ کئی دن سے کوٹھے کی چھت سے ہی غائب ہو گئی تھی ہر چند تلاش کیا نہیں ملی۔ معلوم ہو رہا تھا کہ اُسے کوئی آسیب اٹھا لے گیا ہے۔ چنانچہ میں نے جناب غوث پاک علیہ الرحمہ کی خدمت

میں حاضر ہو کر تمام واقعہ عرض کر کے جب اپنی پریشانی ظاہر کی تو آپ نے فرمایا آج رات کو کرخ کے ویرانے میں پانچویں ٹیلے کے پاس بیٹھ کر اپنے اردگرد زمین پر ایک دائرہ کھینچتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی نِیَّۃِ عَبْدُ الْقَادِرِی کہنا پہلی رات کو تو مختلف مہیب صورتیں تم کو ڈرائیں دھمکائیں گی۔ مگر کسی قسم کا دل میں خوف نہ کرنا اور یہ عمل جو میں بتاؤں گا پڑھتے رہنا صبح کو جنات کا بادشاہ اپنی جماعت کے ساتھ تمہارے پاس آئیگا۔ اور تیری خواہش تم سے دریافت کرے گا۔ اس وقت تم نے اس سے اپنی لڑکی کا واقعہ بیان کر کے کہنا کہ عبد القادر نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ جیسے بھی ہو سکے میری لڑکی کو تلاش کر کے میری یہ پریشانی دور کر۔

چنانچہ میں آپ کے ارشاد کے مطابق کرخ کے ویرانے میں گیا۔ اور آپ نے جس عمل کی تلقین کی تھی اس پر عمل کر کے ورد کرنے لگا فی الواقعہ رات بھر تو مجھے ہیبتناک صورتیں خوف دلاتیں رہیں۔ صبح کو جنوں کا بادشاہ اپنی جماعت کے ساتھ ایک خوبصورت گھوڑے پر سوار ہو کر آیا اور گھوڑے سے اتر کر میرے پاس بیٹھ کر اس نے مجھ سے پوچھا بتاؤ تمہاری کیا خواہش ہے؟ میں نے کہا جناب غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ میری گم شدہ لڑکی کو تلاش کر کے مجھے دلا سکو۔ جنوں کے بادشاہ نے یہ سنتے ہی اپنی جماعت کے سواروں سے کہا جس نے یہ کام کیا ہے اُسے پکڑ کر میرے سامنے حاضر کرو۔

بادشاہ کا یہ حکم سنتے ہی کچھ دیر بعد چند سوار ایک سرکش جن کو مع اُس

گم شدہ لڑکی کے لے کر حاضر ہوئے۔ تو بادشاہ نے مجھ سے پوچھا کیا یہی تمہاری لڑکی ہے، میں نے کہا ہاں۔ شاہ جنات نے سرکش جن کو قتل کروا کر اس لڑکی کو میرے حوالے کر دیا۔

شیخ محمد بن الخضر بیان کرتے ہیں کہ

ایک روز میں جناب غوث پاک کی خدمت میں حاضر تھا کہ میرے دل میں خیال گذرا کہ مجھے حضرت شیخ احمد الرفاعی سے بھی نیاز حاصل کرنا ضروری ہے۔ یہ خیال گذرتے ہی آپ نے فرمایا۔

اے خضر لو۔ شیخ احمد الرفاعی کی زیارت کر لو۔ میں نے جو آپ کے بازو کیجانب نظر کی تو مجھے ایک ذی ہیبت بزرگ دکھائی دیئے میں نے اُٹھ کر اُن سے سلام کر کے جب مصافحہ کیا تو اُنہوں نے مُجھے فرمایا۔ اے خضر جو شخص شیخ عبدالقادر اولیاء اللہ کو دیکھ لے اس کو لازم ہے کہ دنیا کے تمام اولیاء کے دیدار سے بے نیاز ہو جائے۔ کیونکہ ہم لوگ بھی تو آپ ہی کے ماتحت ہیں۔ اس کے بعد آپ غائب ہو گئے۔ بعد انتقال جناب غوث پاک علیہ الرحمۃ جب میں شیخ احمد الرفاعی کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا آپ وہی بزرگ ہیں جن کو میں نے جناب غوث الاعظم علیہ الرحمۃ کے پہلو میں دیکھا تھا۔

آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کیا تجھے میری پہلی ملاقات کافی نہ ہوئی جو یہاں تک آنے کی زحمت گوارا کی ٭

وفات حسرت آیات

آخر ارشاد ایزدی کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کے مطابق آپ کی ذات ستودہ صفات کی شمع نورانی جب اس ظلمت کدہ دنیا کو روشن کرکے خاموش ہونے کی قریب پہنچ گئی تو اس وقت آپ کی عمر مبارک تقریباً نوّے سال کے قریب تھی ۵۶۱ھ کا زمانہ ماہ ربیع الثانی کا آغاز تھا کہ آپ کی طبیعت علیل ہو گئی۔ دن بدن یہ علالت اسقدر بڑھی کہ اس نے مرض الموت کی صورت اختیار کرلی۔

ایام علالت میں ہی آپ کے صاحبزادگاں نے عرض کیا کہ ہم کو کچھ وصیت فرمایئے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اس کی عبادت کرتے رہو۔ خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرو۔ اور نہ خدا کے سوا کسی سے کوئی توقع اور اُمید رکھو۔ نہ اس کے سوائے کسی پر بھروسہ کرو۔ توحید پر مکمل اعتقاد رکھو۔ کیونکہ توحید ہی وہ چیز ہے جس پر سب کا اتفاق ہے۔

ایک رات آپ کی زبان پر یہ کلمات جاری رہے۔

"میں کسی سے نہیں ڈرتا اور نہ ملک الموت سے کچھ اندیشہ رکھتا ہوں۔"

یوم وصال آپ نے ایک طویل سجدہ کیا اور عام مومنین و مسلمین مریدین کے لئے بارگاہ الٰہی میں نہایت خشوع و خضوع سے آمرزش کی دعا کی۔

نزع کے وقت یہ کلمات فرمائے:۔

"میں پناہ مانگتا ہوں اس خدا سے جس کا کوئی شریک نہیں۔ جو زندہ ہے نہ اُسے موت ہے نہ خوف۔ پاک ہے وہ جیسے اپنے بندوں پر موت طاری کرنیکا غلبہ اور قدرت حاصل ہے۔ کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے اور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے رسول ہیں۔

چنانچہ اس آخری کلمۂ طیّبہ پر آپ کی روح مبارک حبذا قدس سے پرواز کرکے جنت الفردوس میں پہنچ گئی۔ اور وہ شمع نورانی جس کی پُر نور شعاعیں اس عالم فانی کو منوّر کرتے ہوئے عالم قدس میں پھیل رہی تھیں۔ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئیں"

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْن

آپ کی تاریخ انتقال کی نسبت کتب تواریخ میں اختلاف ہے۔ بعض نے نَوْ تیرہ۔ سترہ ربیع الاول ۵۶۱ھ بعض نے گیارہ ربیع الاول ۵۶۲ھ ہجری تحریر کی ہے۔ اکثر نے مؤخر الذکر تاریخ و سنہ سے اتفاق کیا ہے اور اغلباً یہ تاریخ بالخصوص سنہ وفات اس لئے صحیح ہے۔ کہ اسی سال تاریخ وفات کا یہ شعر ؎

"وفاتش دان تو معشوقِ الٰہی" سے ۵۶۲ھ نکلتا ہے۔ اور یہ زمانہ خلفائے عباسیہ کا تھا۔ اور بغداد کے تخت خلافت پر خلیفہ المستنجد باللہ ابوالمظفر متمکن تھا۔ ابن جوزی کے نواسہ علامہ شمس الدین ابوالمظفر یوسف نے لکھا ہے۔ کہ آپ کے جنازہ میں لوگوں کا اسقدر ہجوم تھا کہ آپ کے متعلقین و اہل خاندان آپ کا جنازہ دن کے وقت نہ اٹھا سکے۔

اس واقعہ کی تصدیق ابن اثیرؒ نے بھی کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

کہ آپ کی وفات حسرت آیات کے دن بغداد شریف کی تمام سڑکوں پر لوگوں کا

اس قدر ہجوم تھا کہ سڑک پر گذرنا مشکل تھا۔ اور اسی انبوہ کثیر کے باعث آپ کی میت کو دفن کرنا ناممکن تھا۔ آخر رات کے وقت آپ کا جنازہ اُٹھایا گیا۔

ابن بخار نے لکھا ہے۔ چونکہ دن کے وقت کثرت ہجوم کے باعث جب آپ کا جنازہ اُٹھانا مشکل ہوگیا تو مجبوراً رات کے وقت آپکا جسد مبارک آپ کے مدرسے میں ایک سائبان کے نیچے دفن کرکے مدرسہ کا دروازہ رات کو بند کیا گیا۔

لیکن صبح کو مدرسہ کا دروازہ کھلتے ہی جوق در جوق ہزارہا لوگ آپ کے مزار اقدس پر فاتحہ خوانی کرنے اور اپنی جانیں تک نثار کرنے کے لئے کئی دن تک صبح سے شام تک حاضر ہوتے۔ اور آپ کے مزار اقدس سے فیض حاصل کرتے رہے اور اب تک بغداد میں آپ کے روضۂ اقدس پر برابر یہ فیض جاری و ساری ہے۔

ازواج و اولاد

شیخ الصوفیہ شیخ شہاب الدین سہروردی اپنی تصنیف لطیف عوارف المعارف میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے اب تک نکاح کیوں نہ کیا؟ فرمایا۔ بے شک میں اب بھی نکاح نہ کرنا ممکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم نکاح کرو۔

پھر آپ نے فرمایا اگرچہ میں عرصہ سے نکاح کرنے کا ارادہ رکھتا تھا مگر مجھے

اس لئے نکاح کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی کہ میرے مشاغل (عبادات) میں کدورت پیدا ہوگی۔ چنانچہ میں اپنے اسی ارادہ سے باز رہا۔ لیکن جو قدرت کو منظور ہوتا ہے ہو کے رہتا ہے۔ اور ہر کام کا ایک وقت مقرر ہو چکا ہے۔ جب وہ وقت آگیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے چار بیبیاں عنایت کیں۔ جن میں سے ہر ایک مجھ سے کامل محبت رکھتی تھی چنانچہ آپ کی ازواج اربعہ کے نام یہ ہیں :-

(۱) بی بی مدینہ صاحبہ بنت میر محمد رح (۲) بی بی صادقہ صاحبہ بنت محمد شفیعؒ

(۳) بی بی مومنہ صاحبہ (۴) بی بی محبوبہ صاحبہ

آپ کے فرزندانِ باسعادت کے مختصر حالات

آپ کے مرید صادق شیخ عبداللہ جبائی سے روایت ہے کہ

"ہمارے شیخ۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے

"جب میرے گھر بچہ تولد ہوتا تو میں اُسے اپنے ہاتھ میں لیتا۔ اور یہ کہہ کر کہ یہ مُردہ ہے اس کی محبت اپنے دل سے نکال دیتا۔ پھر اگر وہ مر جاتا تو مجھے اس کی موت سے کچھ رنج و غم محسوس نہ ہوتا۔"

چنانچہ یہی آپ کے مرید صادق شیخ عبداللہ جبائی بیان کرتے ہیں

کہ آپ کی مجلس وعظ کے دن ہی اگر آپ کی کوئی اولاد فوت ہو جاتی تو اس روز آپ کے معمول میں کچھ فرق نہ آتا۔ بلکہ بدستور سابق آپ مجلس وعظ میں وعظ

فرماتے رہتے۔ البتہ جب آپ کی اولاد کی میت کو غسل وکفن دے کر آپ کے پاس لایا جاتا تو اس وقت آپ نماز جنازہ پڑھاتے۔

آپ کی تعداد اولاد کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ البتہ لڑکوں کی تعداد میں سب متفق ہیں کہ آپ کے ستائیس ۲۷ صاحبزادے تھے۔ لیکن ابن بخار نے اپنی تاریخ میں باقی اولاد اناث کی تعداد بائیس ۲۲ لکھی ہے لیکن بعض تواریخ میں آپ کی ۱۰ صاحبزادیاں ثابت ہوتی ہیں۔

چنانچہ آپ کے صاحبزادوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-

آپ کی بی بی مدینہؒ کے بطن سے

(۱) سید سیف الدینؒ (۲) سید شرف الدینؒ۔ (۳) سید عیسیٰؒ (۴) سید عبدالرزاق

آپ کی بی بی صادقہؒ کے بطن سے۔

(۵) شیخ ابوبکر سید عبدالعزیزؒ (۶) سید عبدالوہابؒ (۷) سید سراج الدینؒ (۸) سید عبدالجبارؒ (۹) سید شمس الدینؒ (۱۰) سید تاج الدین۔

آپ کی بی بی مومنہؒ کے بطن سے

(۱۱) سید عبداللہؒ (۱۲) سید ابراہیمؒ (۱۳) سید ابوالفضلؒ (۱۴) سید محمد زاہدؒ (۱۵) سید ابوبکر زکریاؒ (۱۶) سید عبدالرحمٰنؒ (۱۷) سید محمدؒ

آپ کی بی بی محبوبہ کے بطن سے

(۱۸) سید یحییٰؒ (۱۹) سید ضیاء الدینؒ (۲۰) سید یوسفؒ (۲۱) سید عبدالخالق (۲۲) سید سیف الرحمانؒ (۲۳) سید محمد صالحؒ (۲۴) سید حبیب اللہؒ (۲۵) سید منصورؒ (۲۶) سید عبدالجبارؒ (۲۷) سید ابونصر موسیٰؒ یہ کل ۲۷ فرزند ارجمند تھے۔

اور آپ کی صاحبزادیوں کے نام یہ ہیں :-

(۱) عاقیہ بی بی (۲) یٰسین بی بی (۳) حلیمہ بی بی (۴) تاج بی بی (۵) زاہدہ بی بی (۶) ذاکرہ بی بی (۷) ام الفضل بی بی (۸) شریفہ بی بی (۹) عابدہ بی بی (۱۰) فدیجہ بی بی (۱۱) رجی بی بی (۱۲) ام الفتح بی بی (۱۳) زہرا بی بی (۱۴) جمال بی بی (۱۵) خیر النسا بی بی (۱۶) شاہ خاتم بی بی (۱۷) شاہ بی بی (۱۸) ناکرہ بی بی ؞

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں آپ کے فرزندانِ باسعادت میں سے اُن چند صاحبزادگان کے حالات بھی لکھ دیئے جائیں جو نہایت مشہور و معروف گذرے ہیں

(۱) شیخ عبدالوہاب رحمہ اللہ۔ آپ اولادِ اکبر میں سے ہیں۔ ماہ شعبان ۵۲۲ھ اور اپنے والد محترم جناب غوث پاکؒ سے تعلیم حاصل کی۔ ابو غالب ابن البناء و دیگر شیوخ اسلام سے علم حاصل کیا ۵۴۳ھ جبکہ آپ کی عمر مبارک بیس سال سے اوپر تھی۔ اپنے والد محترم کے سامنے ہی درس تدریس میں شامل ہوئے۔

ابن رجب نے اپنے طبقات میں لکھا ہے کہ آپ اعلیٰ درجہ کے فقیہ زاہد اور بہت بڑے باکمال عالم فاضل ادیب کامل و واعظ تھے۔ قبولیت عامہ کے علاوہ خلیفہ ناصر الدین نے بھی آپ کو ستم رسیدہ مظلومان کی اعانت اور ان کی داد رسی پر مامور کر رکھا تھا۔ ایوان شاہی سے بھی آپ کے پاس مراسلات آیا جایا کرتے تھے۔ ۲۵ شعبان المعظم ۵۹۳ھ میں آپ نے وفات پائی اور مقبرہ حلبہ میں دفن ہوئے ؞

(۲) شیخ عیسیٰ رح آپ نے بھی ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے شروع کر کے

علم وفضل کی سند حاصل کی بلکہ آپ کے والد ماجد نے اپنی تصنیف لطیف فتوح الغیب آپ کی تعلیم کے لئے ہی تصنیف فرمائی۔

ابن نجار نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ آپ اپنے والد ماجد کی وفات ۵۶۲ھ کے بعد ملک شام میں چلے گئے تھے دمشق میں علی بن مہدی سے حدیث کی سماعت کی۔ دمشق سے پھر مصر میں آ گئے۔ منذری نے بھی یہی بیان کیا ہے کہ آپ نے مصر میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ وہاں آپ لوگوں کو اپنے علم اور وعظ سے مستفید کرتے رہے اور مقبول خاص وعام ہوئے۔

علاوہ صاحب علم وفضل ہونے کے آپ شاعر بھی تھے۔ ابن نجار نے بیان کیا ہے میں نے آپ کے لوح مزار پہ آپ کی تاریخ وفات رمضان المبارک ۵۷۳ھ ہجری دیکھی اور یہی آپ کی تاریخ وفات ہے۔ اور مصر میں ہی آپ کا مدفن ہے۔

(۳) شیخ ابو بکر عبدالعزیز۔ آپ ۲۷ یا ۲۸ شوال المکرم ۵۲۲ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے بھی اپنے والد ماجد سے علم کی تحصیل کی۔ منصور عبدالرحمٰن بن محمد القزاز وغیرہ سے بھی حدیث کی سماعت کی۔ علم وفضل حاصل کرنے کے بعد درس و تدریس میں بھی شامل ہوئے اور اپنے مواعظ حسنہ سے بھی لوگوں کو مستفید فرماتے رہے۔

سنہ ۵۸۰ھ ہجری آپ جبال میں چلے گئے وہیں آپ نے سکونت اختیار کر لی اور جبال میں ہی ۲۸ ربیع الاول ۶۰۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(۴) شیخ عبدالجبار۔ آپ نے بھی اپنے والد محترم سے تکمیل علم کی۔ آپ علاوہ صاحب علم وفضل کے اعلیٰ درجہ کے خوشنویس بھی تھے۔ اہل دل کے ہم صحبت رہا کرتے تھے اور خود بھی صوفی منش عالم تھے۔ لیکن عین عالم شباب میں اپنے والد ماجد کی حیات ہی میں ۹ ذی الحجہ ۵۷۵ھ میں آپ کا انتقال ہوگیا اور محلہ حلبہ میں اپنے پدر بزرگوار کے مسافرخانہ میں مدفون ہوئے۔

(۵) شیخ حافظ عبدالرزاق۔ آپ ۱۸ ذیقعد ۵۲۰ھ ہجری کو پیدا ہوئے۔ آپ نے بھی اپنے والد بزرگوار سے تحصیل علم کی۔ آپ حافظ حدیث، فقیہ اور حنبلی المذہب تھے۔

حافظ ذہبی نے اپنی کتاب تاریخ الاسلام میں لکھا ہے کہ ابوبکر شیخ عبدالرزاق الجیلی ثم البغدادی الحنبلی المحدث الحافظ الثقہ الزاہد نے اپنے والد ماجد کے علاوہ مشائخ کبار سے بھی علم حدیث کی تکمیل کی۔

آپ کی ثقاہت وصداقت۔ تواضع، صبر وشکر اخلاق حسنہ، عفت وغیرہ ہر صفت موصوف تھے۔ عموماً امراء سے کنارہ کش رہتے۔ ضروریات دینی کے علاوہ بہت کم باہر نکلتے تھے۔ باوجود عسرت کے سخی تھے طلباء علم سے نہایت محبت رکھتے تھے۔

ہفتہ کے دن ۶ شوال المکرم ۶۰۳ھ کو بغداد ہی میں آپ نے وفات پائی۔ اور باب حرب میں مدفون ہوئے۔

ابن نجار نے بیان کیا ہے کہ جب آپ کی نماز جنازہ کا اعلان کیا گیا تو شہر میں

خلقت کا اس قدر ہجوم ہو گیا کہ پہلے بیرون شہر آپ کے جنازہ کی نماز پڑھی گئی۔ پھر آپ کا جنازہ جامع رصافہ میں لایا گیا۔ یہاں بھی آپ کی نماز جنازہ ہوئی اسی طرح باب تربۃ الخلفاء و باب الحریم و مقبرۂ احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ وغیرہ و دیگر کئی مقامات پر آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔

(۶) شیخ ابراہیم۔ آپ نے بھی اپنے والد محترم سے ہی علم و فضل حاصل کیا اور دیگر مشائخین سے علم حدیث کی تکمیل کی لیکن آپ بغداد سے واسط چلے گئے اور وہیں تا زندگی لوگوں کو اپنے مواعظ حسنہ سے مستفید کرتے ہوئے سنہ ۵۹۲ھ میں رحلت فرما گئے۔

(۷) شیخ سید محمد رحمہ اللہ۔ آپ نے بھی اپنے والد ماجد سے تحصیل علم کی۔ اور سعید بن النباء ابوالوقت و دیگر مشائخین سے بھی علم حدیث کی سماعت کی۔ اکثر طلباء آپ کے علم و فضل سے مستفید ہوئے۔

آخر سنہ [illegible] ہجری میں بغداد میں ہی آپ کا انتقال ہوا۔ اور وہیں مقبرہ حلبہ میں مدفون ہوئے۔

(۸) شیخ سید عبداللہ رحمہ اللہ۔ سنہ ۵۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے بھی اپنے والد محترم سے علم کی تکمیل کی۔ آپ بھی اولاد اکبر میں سے تھے علاوہ علوم ظاہری کے علم باطنی میں بھی جامع تھے۔ صاحب ریاضت

و صاحب مجاہدہ تھے ۵۸۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(۹) سید ابو نصر موسیٰ رحمہ اللہ تعالےٰ۔ آپ کی پیدائش اخیر ربیع الاول ۵۳۵ھ میں ہوئی۔

آپ نے بھی اپنے والد محترم سے تکمیل علم کی اور دیگر فاضل مشائخین سے بھی علم حدیث و فقہ کی تحصیل کی۔

آپ بھی حنبلی المذہب تھے۔ درس و تدریس، وعظ مباحثات آپ کے دلچسپ مشاغل تھے۔

خلیفہ الظاہر بامر اللہ کی طرف سے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے تھے لیکن خلیفہ المستنصر باللہ کے ابتدائی عہد خلافت میں عہدہ قضا سے مستعفی ہو کر خانہ نشین ہو گئے۔

آخر شروع جمادی الثانی ۶۱۸ھ ہجری میں دمشق میں انتقال فرمایا۔ اور محلہ عقبیہ دمشق میں غفیح قاسیوں میں اپنے سب برادران محترم کے بعد مدفون ہوئے

(۱۰) شیخ سید یحییٰ رحمہ اللہ۔ آپ ۵۵۰ھ میں اپنے والد محترم کی وفات کے گیارہ سال پہلے پیدا ہوئے۔

چنانچہ آپ کے برادر اکبر شیخ عبدالوہاب رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ ہمارے والد محترم ایک دفعہ اس قدر بیمار ہو گئے کہ ہمیں ان کی زیست کی امید نہ رہی چونکہ ہم سب نہایت مغموم و متفکر آپ کے اردگرد بیٹھے چشم پرنم تھے

آپ نے ہماری طرف دیکھکر فرمایا۔ تم غم نہ کرو۔ نہ آنسو بہاؤ۔ ابھی تمہارا
ایک بھائی یحییٰ میری پشت میں باقی ہے۔ اور اس کا تولد ہونا ضروری ہے
اگرچہ اُس وقت ہم سب نے اس ارشاد کو آپ کی بے ہوشی پر محمول کیا۔
لیکن جب آپ کو صحت ہوگئی تو فی الواقعہ والد محترم کی وفات کے گیارہ
سال پہلے یحییٰ پیدا ہوئے۔ یہ ہمارے سب سے چھوٹے بھائی تھے۔

غرضیکہ آپ نے بھی اپنے والد محترم سے تعلیم الاسلام حاصل کی۔
محمد بن البائی وغیرہ مشائخین اہل علم سے بھی علم و فضل حاصل کیا۔

لیکن والد محترم کی وفات حسرت آیات کے بعد صغر سنّی میں ہی آپ
مصر چلے گئے تھے۔ وہاں ہی آپ نے شادی کی اور وہیں آپ کو خدا نے فرزند
کی نعمت عطا کی جس کا نام آپ نے عبد القادر رکھا۔

آخر عمر میں بغداد میں ہی واپس آ گئے۔ سنہ ھ آپ نے بغداد
میں ہی وفات پائی۔ اور اپنے والد ماجد کے مسافر خانہ میں اپنے برادر اکبر
شیخ عبد الوہاب کے ہم پہلو مدفون ہوئے۔

آپ کے مشہور خُلفاء

اگرچہ آپ کے خلفا کی تعداد بے شمار ہے کیونکہ تمام عالم میں آپ کی طریقت شریعت کا شہرہ ہے لاکھوں افراد آپ کے فیوض و برکات سے ستفید ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ جن میں جید علما بھی ہیں۔ مشائخ اور فقراء بھی ہیں۔ درویشان صداقت دنیادار امرا بلکہ شاہان مملکت تک آپ کے دریائے فیض سے بلاتمیز مذہب وملت سیراب ہو چکے ہیں۔ چنانچہ آپ بھی اکثر غیر مذاہب اصحاب اپنی عقیدت و محبت سے آپ کے انوار صداقت سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔

تاہم جن مشائخین کرام نے آپ کی حیات طیبہ میں آپ کے منبع علم وعمل و چشمۂ روحانیت سے سیراب ہو کر اپنے اپنے زہد و اتقا سے آپ کے خلفاء کا مرتبہ حاصل کر کے اس دنیا میں اپنا نام روشن کیا۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-

(۱) شیخ العارفین ابوالسعود احمد بن ابی بکر حریمی عطار۔ رحمہ اللہ علیہ۔

(۲) حضرت شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی المعالی آدانی رحمہ اللہ علیہ

(۳) فخر الفقہا قاضی ابو یعلیٰ رحمہ اللہ تعالےٰ علیہ

(۴) ابوعبداللہ محمد بن ارسلان بن عبداللہ فقیہ شافعی رحمہ اللہ علیہ

(۵) علامہ ابوبکر عبداللہ بن نصر بن حمزہ تمیمی مفتی عراق رحمہ اللہ علیہ

(۶) حضرت شیخ ابو محمد عبد الجبار بن ابی الفضل رحمہ اللہ علیہ

(۷) حضرت علامہ فقیہ ابو الحسن علی بن ابی طاہر بن ابراہیم رحمہ اللہ علیہ

(۸) قاضی القضاۃ حضرت شیخ ابو الفتح محمد بن قاضی ابو العباس احمد رحمہ اللہ علیہ

(۹) حضرت شیخ ابو محمد عبد اللہ بن حسین بن ابی الفضل جبائی رحمہ اللہ علیہ

(۱۰) فخر القراء والفقہا شیخ ابو القاسم بن عیاش بن عبد العزیز مصری علیہ الرحمۃ

(۱۱) حضرت شیخ امام ابو البقا عبد اللہ بن حسین بن عبد اللہ عکبری علیہ الرحمۃ

(۱۲) امام ابو عمرو عثمان بن مرزدق بن حمید بن سلامت قرشی رحمہ اللہ علیہ

(۱۳) حضرت ابو الفتح نصر بن فتیان بن مطر مثنیٰ رحمہ اللہ علیہ

(۱۴) حضرت شیخ امام ابو محمد محمود بن عثمان رحمہ اللہ علیہ

(۱۵) حضرت شیخ ابو محمد عبد اللہ بن خشاب رحمہ اللہ علیہ

(۱۶) حافظ ابو الخیر عبد المغیث بن زہر بن زرا د بن علوی حربی علیہ الرحمۃ

(۱۷) امام عمرو عثمان بن اسمٰعیل بن ابراہیم سعدی شافعی رحمہ اللہ علیہ

(۱۸) شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم بن ثابت المعروف ابن الکیزانی رحمہ اللہ علیہ

(۱۹) حضرت شیخ ابو علی حسن بن عبد اللہ بن رافع انصاری رحمہ اللہ علیہ

(۲۰) حضرت شیخ محمد ابو طلحہ بن منظفر رحمہ اللہ علیہ۔

(۲۱) حضرت شیخ ابو الخلیل احمد بن السعد بن وہب بغدادی رحمہ اللہ علیہ

(۲۲) تاج العلما حضرت شیخ ابو البقا محمد ازہری رحمہ اللہ علیہ

(۲۳) حضرت علامہ ابو الحسن علی بن احمد بن وہب ازجی رحمہ اللہ علیہ

(۲۴) قاضی القضاۃ علامہ ابو القاسم عبد الملک بن عیسیٰ بن ادریس ماردینی شافعی رح

(۲۵) حضرت قاضی ابوطالب عبدالرحمان مفتی عراق رحمۃ اللہ علیہ

(۲۶) شیخ امام ابواسحاق ابراہیم بن مرہل بن نصر مخزومی علیہ الرحمۃ

(۲۷) امام ابو اسحاق ابراہیم بن عبدالواحد مقدسی رحمۃ اللہ علیہ

(۲۸) امام ابوعمر محمد بن احمد بن محمد قدامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ

(۲۹) امام ابوعبداللہ عبدالغنی بن عبدالواحد مقدسی رحمۃ اللہ علیہ

(۳۰) راس المتکلمین حضرت شیخ امام نجم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۳۱) استاذ الفقہا حضرت شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم یمنی رحمۃ اللہ علیہ

(۳۲) حضرت شیخ ابوالبقا صالح بہاؤ الدین نورالاسلام رحمۃ اللہ علیہ

(۳۳) حضرت شیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

(۳۴) حضرت شیخ علامہ امام ابومحمد ابراہیم بن محمود بعلبکی رح

(۳۵) حضرت شیخ ابومحمد عبدالرحمان ابن امام ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ

(۳۶) حضرت شیخ صالح ابوعبداللہ شاہ میر رحمۃ اللہ علیہ

(۳۷) حضرت شیخ ابوالعباس احمد بن شیخ ابوبکر احمد رحمۃ اللہ علیہ

(۳۸) حضرت شیخ ابوبکر عتیق بن ابی الفضل رحمۃ اللہ علیہ

(۳۹) حضرت تاج الحفاظ امام ابومحمد عبداللہ بن ابی نصر محمود بن المبارک رحمۃ اللہ

(۴۰) حضرت شیخ حافظ ابوعبداللہ محمد بن ابی المکارم رحمۃ اللہ علیہ

(۴۱) حضرت علامہ ابوعبدالملک ذیبان بن ابی المعالی علیہ الرحمۃ

(۴۲) حضرت شیخ امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن شیخ ابوالعلی رحمۃ اللہ علیہ

(۴۳) حضرت شیخ ابوالمجد عیسیٰ بن امام موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد

بن محمد قدامہ مقدسی رحمہ اللہ علیہ

(۴۴) حضرت شیخ ابو موسیٰ عبداللہ بن حافظ ابو محمد عبد الغنی بن عبدالواحد المقدسی رحمہ اللہ علیہ

(۴۵) حضرت حافظ ابو محمد عبداللہ محمد بن عبد الواحد بن عبد الرحمٰن مقدسیؒ

(۴۶) حضرت شیخ ابو الفتوح نصر بن ابی الفرج محمد بن علی بغدادی رح

(۴۷) حضرت شیخ ابو محمد یوسف بن المظفر بن شجاع عاقولی ازجی صہارؒ

(۴۸) حضرت شیخ ابو العباس احمد بن اسمٰعیل بن ابی البرکات مبارک بن حمزہ بن حسین ازجی رحمہ اللہ علیہ

(۴۹) حضرت شیخ فقیہ ابو الفضل اسحاق بن احمد رحمہ اللہ علیہ

(۵۰) حضرت شیخ امام ابو القاسم ہبۃ اللہ بن احمد رحمہ اللہ علیہ

(۵۱) حضرت شیخ ابو عبداللہ محمد بن سمدویہ صریفینی رحمہ اللہ علیہ

۵۲ حضرت شیخ علامہ اسحاق بن اطہر حنبلی رحمہ اللہ علیہ

(۵۳) حضرت شیخ ابو طاہر بن شیخ ابو العباس احمد بن علی بن خلیل بن ابراہیم بن خلیل یوسفی صرصری رح

(۵۴) حضرت شیخ ابو بکر محمد بن عمر بن ابی بکر بن عبداللہ ازجی رحمہ اللہ علیہ

(۵۵) حضرت شیخ ابو محمد عبد القادر بن ابی البرکاٹ رحمہ اللہ علیہ

(۵۶) حضرت شیخ ابو محمد عبد العزیز بن دلف بن ابی طالب بغدادی رح

۵۷ حضرت شیخ ابو محمد عبد العظیم بن شیخ ابو محمد عبد الکریم بن محمد مصریؒ

(۵۸) حضرت شیخ امام حافظ ابو منصور عبداللہ بن محمد بن ولید بغدادی رح

(۵۹) حضرت شیخ ابوالفرح عبدالمحسن رحمۃاللہ علیہ

(۶۰) حضرت شیخ امام ابومحمد ابراہیم بن محمود بن جوہر بعلبکی رح

(۶۱) حضرت شیخ فقیہ ابوعبداللہ محمد بن حسین بن عبداللہ بن عیسیٰ بن
ابی الرجال بعلبکی رحمۃاللہ علیہ

(۶۲) حضرت شیخ صوفی ابوعبداللہ محمد بن عبدالصمد بن ابی عبداللہ بن
حمائل بن خلیل بن راشد انصاری رحمۃاللہ علیہ

(۶۳) حضرت شیخ ابومحمد عبداللہ بن حسین بن ابی الفضل جبائی رح

(۶۴) حضرت شیخ ابومحمد عبدالجبار بن ابی الفضل بن حمزہ ازجی ثقفی مصری

(۶۵) قاضی القضاۃ حضرت ابوالحسن علی رحمۃاللہ علیہ

(۶۶) حضرت شیخ ابوعبداللہ اسدی رحمۃاللہ علیہ

(۶۷) حضرت شیخ ابومحمد مدافع بن احمد رح

(۶۸) حضرت شیخ ابواسحاق ابراہیم بن بشارت بن یعقوب عدنی رح

(۶۹) حضرت شیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود بن ابی العز بغدادی رحمۃاللہ علیہ

(۷۰) حضرت شیخ ابوعبداللہ بطائحی بعلبکی رح

(۷۱) حضرت شیخ ابوالبقا عبداللہ بن حسین بن عبداللہ عکبری بصری نابینا رح

(۷۲) حضرت ابوالفتح نصر بن فتیان بن مطر منّی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

قصیدہ غوثیہ مبارک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سَقَانِی الْحُبُّ کَاسَاتِ الْوِصَالِ
فَقُلْتُ لِخَمْرَتِیْ نَحْوِیْ تَعَالِ

سَعَتْ وَمَشَتْ لِنَحْوِیْ فِیْ کُؤُسٍ
فَهِمْتُ بِسُکْرَتِیْ بَیْنَ الْمَوَالِیْ

فَقُلْتُ لِسَائِرِ الْاَقْطَابِ لُمُّوْا
بِحَالِیْ وَادْخُلُوْا اَنْتُمْ رِجَالِیْ

وَهُمُّوْا وَاشْرَبُوْا اَنْتُمْ جُنُوْدِیْ
فَسَاقِی الْقَوْمِ بِالْوَافِیْ مَلَالِیْ

شَرِبْتُمْ فُضْلَتِیْ مِنْ بَعْدِ سُکْرِیْ

وَلَا نِلْتُمْ عُلُوِّیْ وَاتِّصَالِیْ

مَقَامُکُمُ الْعُلٰی جَمْعًا وَّلٰکِنْ

مَقَامِیْ فَوْقَکُمْ مَا زَالَ عَالِیْ

اَنَا فِیْ حَضْرَةِ التَّقْرِیْبِ وَحْدِیْ

یُصَرِّفُنِیْ وَحَسْبِیْ ذُوالْجَلَالِ

اَنَا الْبَازِیُّ اَشْهَبُ کُلِّ شَیْخٍ

وَمَنْ ذَا فِی الرِّجَالِ اُعْطِیْ مِثَالِیْ

کَسَانِیْ خِلْعَةً بِطِرَازِ عَزْمٍ

وَتَوَّجَنِیْ بِتِیْجَانِ الْکَمَالِ

وَاَطْلَعَنِیْ عَلٰی سِرٍّ قَدِیْمٍ

وَقَلَّدَنِیْ وَاَعْطَانِیْ سُؤَالِیْ

وَوَلَّانِیْ عَلَی الْاَقْطَابِ جَمْعًا

فَحُکْمِیْ نَافِذٌ فِیْ کُلِّ حَالِ

فَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّیْ فِیْ بِحَارٍ
لَصَارَ الْكُلُّ غَوْرًا فِی الزَّوَالِ
وَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّیْ فِیْ جِبَالٍ
لَدُكَّتْ وَاخْتَفَتْ بَيْنَ الرِّمَالِ
وَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّیْ فَوْقَ نَارٍ
لَخَمِدَتْ وَانْطَفَتْ مِنْ سِرِّ حَالِ
وَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّیْ فَوْقَ مَيْتٍ
لَقَامَ بِقُدْرَةِ الْمَوْلٰی تَعَالٰی
وَمَا مِنْهَا شُهُوْرٌ اَوْ دُهُوْرٌ
تَمُرُّ وَتَنْقَضِیْ اِلَّا اَتَالِیْ
وَتُخْبِرُنِیْ بِمَا يَاْتِیْ وَيَجْرِیْ
وَتُعْلِمُنِیْ فَاَقْصِرْ عَنْ جِدَالِیْ
مُرِيْدِیْ هِمْ وَطِبْ وَاشْطَحْ وَغَنِّ

وَافْعَلْ مَاتَشَا فَالْاِسْمُ عَالِ

مُرِيْدِى لَاتَخَفْ اَللّٰهُ رَبِّى

عَطَانِىْ رِفْعَةً نِلْتُ الْمَنَالِ

مُرِيْدِىْ لَاتَخَفْ وَاشٍ فَاِنِّى

عَزُوْمٌ قَاتِلٌ عِنْدَ الْقِتَالِ

طُبُوْلِىْ فِى السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ دُقَّتْ

وَشَاؤُسُ السَّعَادَةِ قَدْ بَدَالِ

بِلَادُ اللّٰهِ مُلْكِىْ تَحْتَ حُكْمِىْ

وَوَقْتِىْ قَبْلَ قَلْبِىْ قَدْ صَفَالِ

نَظَرْتُ اِلٰى بِلَادِ اللّٰهِ جَمْعًا

كَخَرْدَلَةٍ عَلٰى حُكْمِ اتِّصَالِ

دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتّٰى صِرْتُ قُطْبًا

وَنِلْتُ السَّعْدَ مِنْ مَّوْلَى الْمَوَالِىْ

فَمَنْ فِیْ اَوْلِیَاءِ اللّٰہِ مِثْلِیْ
وَمَنْ فِی الْعِلْمِ وَالتَّصْرِیْفِ حَالِیْ

رِجَالِیْ فِیْ ھَوَاجِرِھِمْ صِیَامٌ
وَفِیْ ظُلَمِ اللَّیَالِیْ کَاللَّآلِیْ

وَکُلُّ وَلِیٍّ لَّہٗ قَدَمٌ وَّاِنِّیْ
عَلٰی قَدَمِ النَّبِیْ بَدْرِ الْکَمَالِ

اَنَا الْحَسَنِیُّ وَالْمَخْدَعْ مَقَامِیْ
وَاَقْدَامِیْ عَلٰی عُنُقِ الرِّجَالِ

اَنَا الْجِیْلِیْ مُحْیِ الدِّیْنِ اِسْمِیْ
وَاَعْلَامِیْ عَلٰی رَاسِ الْجِبَالِ

وَعَبْدُ الْقَادِرِ الْمَشْھُوْرُ اِسْمِیْ
وَجَدِّیْ صَاحِبُ الْعَیْنُ الْکَمَالِ

تمام شد